نذر - ۸ - ۹۳

مولوی عزیز مرزا صاحب

[illegible]

دعوۃ الحق

(جس مین)

عیسائیون دہریون نیچریون اہل سائنس کے مقابلے مین فلسفہ اور سائنس ہی کے اصولون سے مذہب اسلام کی حقانیت۔ توحید باریتعالیٰ کی عظمت و جلالت کلام اللہ کی صداقت۔ بعثت و رسالت نہایت فصاحت و بلاغت کیساتھ مدلل طور پر ثابت کیگئی ہے

(مرتبہ)

واقف رموز خفی و جلی مجمع علوم ظاہری و باطنی عالیجناب مولوی حافظ سید محب اللہ الحق حبیبی عظیم آبادی

(باہتمام)

کمترین کونین حاجی سید جان و جنت حسین تاجر کتب پٹنہ

مطبع [illegible] عظیم آباد پٹنہ [illegible] چھپی

بہتمام مبارک علی پٹنہ

قیمت فی جلد ۸ ۔ ۱۹۰۷ء

مقدمہ

کتاب دعوۃ الحق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک زمانہ وہ تھا کہ چارسو آفاق مین ظلمت چھا رہی تھی اور عالم مین ہرطرف جہالت اور غفلت کی گھنگھور گھٹائین امنڈ امنڈ کر آ رہی تھین بڑی بڑی سلطنتین اپنی حکومت وسطوت جاہ وجلال شوکت واقبال کی قوت صرف کرکے روبہ انحطاط تھین اور جتنا ادھر زوال تھا اس سے زیادہ دوسری طرف غفلت اور عیش پرستی عروج پر تھی۔ اخلاق جن پر مدار ہے ساری حکومت دولت تمدن اور انسانیت کا بلکہ نظام عالم کا وہ ایسی پستی اور تاریکی مین جا پڑے تھے کہ پھر ان کا ابھرنا محال معلوم ہوتا تھا۔ مذہب کس گنتی مین تھا کہ اسکا رکھ رکھاؤ کیا جاتا۔ وہ معدوم نہین ہوا تھا مگر مسخ ہوگیا تھا۔ بت پرستی کے ساتھ بداخلاقی اس طرح نشوونما پاتی ہے جیسے ساون مین گھورے پہ گھانس۔ اور ایک کو ایک سے وہی رونق ہوتی ہے جو سبزے کو پانی سے۔ غرض توہمات "بداخلاقی" بت پرستی گھل مل کے ایسے ایک ہو جاتے ہین کہ ان مین امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ غیر متمدن اقوام کو تو یہ عذر بھی ہو سکتا ہے کہ آپس کے میل جول

اور ربط وضبط تجارت وحکومت اور دوسری ہزارون ضروریات کی وجہ سے ایک ملک یا قوم کا اثر دوسرے ملک اور قوم پر ضرور پڑتا ہے اور اسپر عشرت کے سامان اور موجبات ترغیب انسان کے لئے سب سے بڑے بٹ مار ہین۔ جب جسمانی برائیون کے اثر سے بچنا محال ہے تو اخلاقی برائیان اس سے زیادہ ساری اور متعدی ہین۔ لیکن کیا ہوا تھا دنیا کے اُس قطعہ کو جو ایک عالم سے قطع تعلق کیے کونے مین پڑا تھا جہان نہ عیش وعشرت کے سامان تھے اور نہ ترغیب کے اسباب جسے اپنی آزادی اپنے حسن اخلاق اپنی فصاحت اپنی قومیت پر بڑا ناز تھا۔ افسوس وہ اس بارے مین اورون سے بھی چند قدم بڑھ کر نکلا۔ وہ اسوقت تمام بداخلاقیون کا گھر تھا۔ کسی کی جان لے لینا ان کے نزدیک ایک کھیل تھا۔ ذرا ذراسی بات پر جس پر بچے بھی نہین مچلتے وہان سیکڑون کا خون ہو جاتا تھا۔ اور یہی نہین کہ لڑ لیے مر کٹ گئے۔ جھگڑا ختم ہو گیا۔ نہین بلکہ لڑائی عمر بھر کے لئے ٹھن گئی جو ارثًا قاتل و مقتول کی اولاد کو ملے گی۔ اُن سے قبیلے والون کو غرض انتقام وکینہ وری کی انتہا ہے کہ قبیلے کے قبیلے صدیون تک محض ابتدائی ذراسی بات پر ایک دوسرے کی تاک مین رہتے اور جب موقع پڑتا لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ کہتے ہین کہ زمانہ جاہلیت مین ایسی ایسی سترہ سو لڑائیان ہوئی تھین۔ اتنی سی تعداد پر اسقدر لڑائیان خدا کی شان ہے۔ پھر زناکاری۔ قماربازی۔ بدکاری۔ شراب خواری ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ کوئی اُن کامون کو برا سمجھکر کرتا ہو گا۔ مگر وہ اسے علانیہ اور فخریہ کرتے تھے۔ یہ گویا اُن کی زندگی کے کارنامے تھے۔ اُن مین خوبیان بھی تھین مگر خوبی اپنے حد سے بڑھکر عیب ہو گئی تھی اور عیب اپنی حد سے تجاوز کر کے
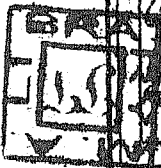
مواعیب ہوگیا تھا۔ وہ خدا کی خدائی مین اس طرح رہتے تھے جیسے جنگل مین شیر
تیندوے اور چیتے رہتے ہین۔ انسان اپنے تئین اشرف المخلوقات کہتا ہے لیکن
جب وہ اپنی اصلیت پر آجاتا ہے تو ارزل المخلوقات بن جاتا ہے۔ جب ہم
اس جزیرہ نما کے باشندون کی خونریزی۔ کینہ پروری۔ آزادی نما غلامی۔
چھچھوراپن اور اکثر بیکار تہور۔ مادرزاد وحشت۔ خانہ بدوشی اور بیدردانہ دختر کشی
کو دیکھتے ہین تو بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین اور پھر اُن کے ملک کی
حالت دیکھئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے مال مین سے کسی نکمی چیز کو
اوٹھاکر پھینک دیتا ہے اسی طرح گویا قدرت نے اس قطعہ کو بیکار سمجھکر الگ
اوٹھاکر پھینک دیا ہے آب وہوا دل وجگر سوز۔ زمین سنگلاخ وصحرائی۔ زراعت
کی بجائے ریت کے میدان اور ٹیلے دریا اور ندی کا نام نہین۔ زندگی کا انحصار
محض قدرت کی عنایت پر۔ اور خانہ بدوشی اور آوارگی تو نصیبون ہی مین لکھی تھی۔
جب اس جزیرہ نما اور اہل جزیرہ کے ان حالات پر نظر پڑتی ہے تو یہ خیال
آتا ہے کہ گویا وہان بزبان انجیل "شیطان کی حکومت تھی" لیکن جس طرح ہر فعل
کی ابتدا ہے اسکی انتہا بھی ہوتی ہے۔ اور اس انتہا پر آیندہ ترقی وتنزل کا دارمدار
ہوتا ہے۔ جب انسان کی طغیانی سرکشی اور فساد کی انتہا نہ رہی۔ جب برائی
بے اعتدالی اور غفلت ایسی حد سے گزر گئی کہ ڈر تھا کہ کہین دنیا اسکے بوجھ سے
دب کر فنا نہو جائے تو غیرت حق کو حرکت ہوئی اور رب ذوالجلال کی رحمت نے
جوش مارا۔ وہ تعصب وجہالت کی کالی گھٹائین جو اس زمین پر تلی کھڑی تھین۔ اور
جس سے ساری دنیا مین ظلمت چھارہی تھین۔ یکایک برسین۔ وَهُوَ الَّذِیْ

يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ۔ اور ایسی برین کہ ساری نحوست اور رولدر اور ناپاکی کو بہالے گیئن۔ طوفان کم ہوا۔ ہوا مین سکون پیدا ہوا۔ بادل پھٹے۔ زمین و آسمان مین نور سا نمودار ہونے لگا اور یکایک آفتاب صداقت کا طلوع ہوا جس کی پاک شعاعون سے بدعت و شرک کافور ہوگئی۔ جہالت و تعصب ہوا ہوگیا۔ ضلالت کی تاریکی مٹ گئی اور انوار الٰہی کے نشان ہویدا ہونے لگے۔ اور ایک سرزمین عرب کیا سارا عالم اس سے جگمگا اٹھا۔ اور وہی وحشت کدہ جو درندون کا ملجا و ماوا تھا مرجع خلائق ہوگیا اور آجتک ہے اور تا حشر رہے گا۔ وہ بدعتی و مشرک جو صدہا سال سے اپنے مالک سے غافل چلے آرہے تھے اسکے سب سے زیادہ مخلص بندے بن گئے۔ وہ سرکش وحشی جو فرمان برداری کے مقابلے مین جان دیدینا سہل سمجھتے تھے ایسے مطیع اور فرمان بردار ہوئے کہ اشارون پر چلتے تھے وہ خونخوار جنگجو جو آپس مین ذرا ذرا سی بات پر کٹ مرتے تھے اتفاق کے پتلے ہوگئے۔ اور وہ جو ایک دوسرے کی صورت سے بیزار تھے مان جائی بھائی بن گئے۔ وہ جن کی گھٹی مین قمار بازی اور شراب خواری پڑی تھی اعلٰی درجے کے پاکباز اور پرہیزگار نظر آنے لگے۔ وہ جو خود خانہ بدوش تھے اور جن کے ملک مین ہر طرف وحشت پرستی تھی وہی تمدن و تہذیب کے بانی ہوئے۔ اور وہ جو ضلالت و گمراہی مین دبے پڑے تھے۔ اب پیغام حق لیکر چارسو آفاق مین پہونچے اور ماحی ضلالت و بدعت و محی دین برحق ٹھہرے۔

یہ کیا تھا۔؟ اور کیا سے کیا ہوگیا؟ یہ صرف قدرت حق کا ایک معجزہ تھا اور

زندہ معجزہ تھا جو ابتک باقی ہے اور جب تک ارض و سما ہین باقی رہے گا۔
جس چیز کی ضرورت زمانہ کو تھی خدا نے اسے پورا کیا۔ شرک و ضلالت سے نکالا
اور راہِ مستقیم دکھلایا۔ انھین دینِ برحق کی ضرورت تھی اور وہ عطا ہوا۔ وہ یقین
اور عقیدہ کا زمانہ تھا اور وہ انھین مرحمت ہوا لیکن اب عالم مین ایک اور دَور
شروع ہوا ہے جو اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہ زمانہ تنقید و نکتہ چینی کا ہے۔
اگلی روایات و اقوال کا اثر کم ہوتا جاتا ہے۔ پرانے خیالات اور تمدن مین تزلزل
واقع ہو رہا ہے۔ قدیم اصول مدھم پڑتے جاتے ہین۔ نقل سے عقل کی لڑائی ہے
جون جون نقل پیچھے ہٹتی جاتی ہے عقل آگے قدم بڑھائے چلی آتی ہے اور ہر بات
بُری ہو یا بھلی عقل کی کسوٹی پر پرکھی جاتی ہے۔ الٰہی اور انسانی دونون قانون پر
حرف گیری کی جاتی ہے۔ مذہب کا زور کم ہوتا جاتا ہے۔ حتی کہ مذاہب بھروپ
بدل بدل کر آتے ہین مگر کوئی نہین پوچھتا۔ نیکی۔ بدی۔ بُرائی۔ بھلائی۔ انصاف و ظلم
حلال و حرام پر سوال ہے۔ اور اُن تعریفون سے اطمینان نہین ہوتا جو اب تک ہوتی
چلی آتی ہین۔ اخلاق و مذہب تو درکنار خود خدا کی خدائی مین شبہات پیدا ہو چلے
ہین۔ مگر اسکے ساتھ ہی جرائم کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ اور اسلئے اخلاق کی جڑ
کھوکھلی ہوتی جاتی ہے۔ یہ دیکھکر آزادی کا نشہ ہرن ہو جاتا ہے۔ تاویلین کیجاتی ہین
مگر دل کو نہین لگتین۔ اسلئے تامل تذبذب اور انتشار ہے۔ سائنس اسوقت ترقی اور
کمال کی معراج پر ہے۔ اسنے کارخانہ قدرت کا کونہ کونہ چھان مارا ہے اور دنیا کو
سرے سے بدل دیا ہے لیکن ساری ترقی عالم کی اُس حصے سے متعلق ہے جسے
ظاہر کہتے ہین اور جو اندر والی شے کا خول ہے۔ عالم باطن کی طرف جاتے ہوئے

وہ ٹھٹکتا ہے۔ سائنس کا سارا مدار ہے تجربہ پر۔ مگر وہ باطنی تجربات اور مکاشفات کو اپنی سطح پر لانا چاہتا ہے اور یہان وہ غلطی کرتا ہے اور اسلئے ڈر ہے کہ توہمات باطلہ نے جو مذہب کے ساتھ کیا کہین اسکی یہ حرکات وہی گت اسکی نہ بنائین۔ وہ بعض اوقات ان معاملات مین خاموش رہتا ہے اور شائد اسکی خاموشی مداخلت سے زیادہ معقول ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ہمین آگے بڑھنے کی حاجت ہی نہین زیادہ جستجو کی ضرورت ہی نہین غلط ہے۔ یہان تک جو قدم بڑھایا تو کیون اور اسقدر جستجو کی تو کس لیئے؟ جنکا شوق زیادہ بلند پرواز جنکے حوصلے زیادہ فراخ ہین اور جن کے دل مین لو لگی ہوئی ہے وہ جستجو کا قدم آگے بڑھاتے ہین اور کچھ حاصل بھی کر لیتے ہین جو پست ہمت ہین وہ رہجاتے ہین۔ شاید ان کے دل مردہ ہین اور یہی وجہ ہے کہ سائنس کے بعد بھی جو ضرورت باقی رہتی ہے وہ پوری نہین ہوئی اب رہا فلسفہ اسنے بھی نئے پر پُرزے نکالے ہین۔ لیکن کیا یہ اوس بے ترتیبی اور بے اطمینانی کے رفع کرنے کے لئے کافی ہے؟ شاید نہین۔ فلسفہ کی بنیاد خیال پر ہے وہ خیال اور قیاس کا بادشاہ ہے۔ قابل عمل نہ کبھی ہوا اور نہ ہو۔ اسکی اخلاقی تعلیم اُن نتایج پر مبنی ہے جو اصول مابعد الطبیعات سے مستخرج ہوتے ہین۔ اسلئے وہ مزے لینے کے لئے ہے عمل کے لئے نہین۔ عام لوگ نہ اُسے سمجھ سکتے ہین اور نہ اسکی طرف توجہ کرتے ہین۔ اسلئے کہ جن تنگ و تاریک اور پیچ در پیچ رستون سے فلسفی اپنے نتایج تک پہونچتا ہے۔ ہر شخص کا گذر ادھر محال ہے۔ فلسفی ذرا سی بنیاد پر بڑی بڑی عمارتین بنا کر کھڑی کر دیتا ہے لیکن کاٹھ کی ہنڈیا کبتک کام دے گی آخر تھوڑی ہی مدت بعد وہ گرنی شروع

ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایک گرتی اور دوسری بنتی ہے۔ اس صدی
مین سب سے بڑا زور جس فلسفیانہ اور سائنٹفک تھیوری (قیاس) کا ہے
وہ اے وُلوشن یعنی مسئلہ ارتقا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ سے
اہل عالم کے عام اخلاق اور قلوب پر کیا اثر پڑا؟ مانا کہ اس نے تخلیق عالم
اور تخلیق انسان کے مسئلے بڑی سہولت اور اطمینان بخش طریقے سے
سمجھا دیئے اور اس نے تمام اشیاء کے نشو ونما اور گھٹنے بڑھنے کے
اصول بتا دیے لیکن اس سے انسان کی رنج و راحت نیکی و بدی مین
کیا فرق پیدا ہوا۔

باوجود اس ترقی باوجود اس زور شور کے کیا یہ کہنا سچ نہین ہے کہ دنیا کی
ساری ایجادات و اختراعات ایک دلِ مضطر کو اس قدر تسکین نہین دیسکتین
جسقدر ایک کمبل پوش فقیر کا ادھورا بول دیسکتا ہے۔ سائنس۔ ایجادات
مادی اختراعات۔ تمدنی عیش وعشرت۔ ترقی کی سرعت رفتار نے انسان کو
اندھا اور دیوانہ بنا رکھا ہے۔ اور یہ بے حقیقت ذرہ یہ ناچیز قطرہ یہ پانی کا
بلبلہ اپنی اس بے ثبات ہستی پہ قدرت کی چند نیرنگیان دیکھکر پھر آپے سے
باہر ہوا چاہتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اسے تھاما جائے اور وہی ضیاء
حق جو تیرہ صدی پہلے عالمگیر تاریکی کے مٹانے کے لئے آسمانون سے
نازل ہوئی تھی پھر لائی جائے اور زیادہ زور کے ساتھ لائی جائے کیونکہ وہ
پھر بھی جہالت کی ضلالت تھی اور یہ عقل کی ضلالت ہے اور اس لئے وہ
روشنی زیادہ تیز کرکے لانی چاہیئے تاکہ وہ جسم جو انسان کے دماغ مین گھس

نہ سیکھے ہین اُس کی تیز شعاعون سے وہین مرجائین اور وہ لوگ جو آفتاب روشن کے ہوتے ہوئے اسکی ہستی سے انکار کرتے ہین اسکی روشنی سے خود بخود ان کی آنکھیں کھلجائین اور کہہ اوٹھین۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ٥ اس قسم کی ضرورت ہین ایک مدت سے محسوس ہو رہی تھی لیکن ہمارا اخلاقی اور روحانی زوال اس کا مانع رہا چند بزرگون نے جنھین خدا نے درد عطا فرمایا ہے اس ضرورۃ کو کسی قدر پورا کیا ہے اور اب بھی بعض خدا کے بندے ایسے ہین جو اس کی طرف متوجہ ہین۔ انھین مغتنم لوگون مین سے مصنف کتاب **دعوۃ الحق** ہے جسنے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے اور اپنے سلسلہ کی پہلی کتاب لکھکر ہم سب پر احسان کیا ہے وہ نہ کوئی نامور اور مشہور و معروف شخص ہے اور نہ اس کا شمار بڑے بڑے علما رفضلا مین ہے ہم خود اس سے اب تک ناواقف ہین۔ البتہ اسکی کتاب وساطت معرفت باطنی کی ہوئی ہے۔ وہ بندۂ خدا عاشق رسول اور دلدادۂ اسلام ہے جو اسکی کتاب سے ظاہر ہے اسنے جس طریقہ سے وحدانیت رسالت اور حقانیت اسلام پر بحث کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسنے یہ کتاب دریائے معرفت مین ڈوب کر لکھی ہے اسکے ایک ایک لفظ سے خلوص وعقیدت اور جوش اسلام ٹپکتا ہے۔ اسکی فصاحت۔ پاک ستھری بیان قوی براہین اور پرجوش الفاظ اسکی اسلامی ہمدردی پر دال ہے اسکے پڑھنے سے اسلام کی حقانیت اس طرح آشکارا ہو جاتی ہے جیسے روز روشن فلسطین کا ایک عیسائی شاعر (لیمارٹین) کہتا ہے کہ روے زمین پر صرف

مسلمانون کی ایک ایسی قوم ہے جس مین مذہب کی آزادی اور مسالمت پائی جاتی ہے“۔ ایک اور انگریز سیاح (سیڈ) مسلمانون کو الزام دیتا ہے کہ ”مسلمانون مین مذہبی تسامح اعتدال سے زیادہ ہے“۔ ان رایون کی تصدیق جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وخلفاے راشدہ کے سیر اور تاریخ اسلام کے مطالعہ سے ہوتی ہے۔ اسی طرح میری اس راے کی تصدیق کہ اسلام اور دوسرے مذاہب مین وہی فرق ہے کہ جو قدرت اور صنعت مین ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کسی خاص فرقہ کسی خاص قوم کسی خاص ملک یا کسی خاص زمانے کے لئے نہین ہے بلکہ دنیا کے ہر فرقہ وقوم اور ملک وملت اور ہر زمانہ کے لئے ہے۔

معترضین بعض اوقات اسلام پر سب سے بڑا یہ حملہ کرتے ہین کہ اس مین حصہ اعلےٰ کے ساتھ اسفل بھی ملا ہوا ہے۔ لیکن وہ غلطی کرتے ہین۔ اسلام نے قواے اعالی کے زور سے حصہ اسفل کی اصلاح کرنی چاہی ہے۔ اگر اسفل اور ادنےٰ کو چھوڑ دیا جاے تو اسکی اصلاح کیونکر ہو۔ کیا اسکے لئے مذہب کے سوا کوئی دوسری قوت درکار ہے۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسان دنیا مین رہکر صاف وپاک اور سادہ زندگی بسر کرے۔ وہ نہ رہبانیت سکھاتا ہے اور نہ ذات پات اور چھوت۔ اسکی تعلیم اعتدال پر ہے۔ مذہب مثل ایک فانوس کے ہے کہ جس کی روشنی آس پاس اور دور ونزدیک کی تمام اشیار پر پڑتی ہے۔ اسکی بدولت بُری بھلی چیز سب صاف نظر آجاتی ہے۔ یہی کام مذہب کا ہے جب ہم دنیا مین رہتے ہین تو مذہب کا یہ فرض ہے کہ ہمین دنیا کے

بد و نیک اور اچھے برے سے واقف کر دے۔ کیا وجہ ہے کہ اسلام دنیا مین آناً فاناً اس طرح پھیل گیا جیسے آفتاب کے نکلتے ہی روشنی پھیلنی شروع ہو جاتی ہے کیا وجہ ہے کہ خلفاے راشدہ کے زمانہ مین دن بدن مسلمانون کو نمایان کامیابی ہوتی گئی اور ان کے فتوحات زمانہ مین وسیع ہوتے چلے گئے۔ اور بڑے نامی نامی سلطنتون نے اُنکے قدمون پر سر رکھدیا؟ اسلئے کہ انھین اخلاقی اور روحانی قوت تھی وہ سمجھتے تھے کہ ہم سچ پر ہین اور اس سچ کی اشاعت ہم پر فرض ہے ورنہ اور کیا وجہ ہوسکتی تھی کہ مٹھی بھر آدمی ایک عالم پر چھا جائین کیا وجہ تھی کہ وہ نامی گرامی اور عظیم الشان مملکتین جنکے نام آج تک عزت و حرمت سے لئے جاتے ہین اور جو تہذیب و شایستگی کے بانی مبانی اور علوم و فنون کے حامی و سرپرست تھین جن کی شان و شکوہ ساز و سامان جنگی ایجادون اور فوجی قوت کی دھاک ساری دنیا مین بیٹھی ہوئی تھی کیون یکے بعد دیگرے سپاہیان اسلام کے سامنے ہتھیار ڈال ڈال کے کھڑی ہوگئین؟ اسلئے کہ روحانی قوت سلب ہو چکی تھی اخلاق مین انحطاط آگیا تھا اسلئے انکا سارا کاروبار زوال پذیر تھا۔ اُن کی بزدلی اور نامردی خود اس پر دال تھی کہ وہ مسلمان کے سامنے اس طرح سے سہم جاتے تھے جیسے شیر کے ہوتے جنگل کے جانور۔ کیا وہ مرد نہین تھے۔ اُن کے پاس تلوارین نہ تھین سپاہ نہ تھی فوج نہ تھی سامان نہ تھا؟ سب کچھ تھا اور افراط کے ساتھ تھا مگر دروغ کو فروغ نہین۔ ان کا جھوٹ خود انھین جھٹلا رہا تھا اُن کے دل انھین کو ملامت کر رہے تھے۔ قوت جسم پر نہین ہے قوت روح پر ہے جسمین زیادہ

زیادہ سچائی زیادہ اخلاق زیادہ قوت روحانی ہے وہ زیادہ بہادر اور دلیر ہے اور جسکے اخلاق کم زور جس کی روح ضعیف جس کا میلان عیش وعشرت کی طرف ہے وہ زیادہ بزدل اور نامرد ہے۔

مصر سے کون واقف نہین۔ اس کی تہذیب وشایستگی سب سے قدیم ہے۔ اس کی سلطنت بڑی شاندار اور اس کا تمدن بڑا عظیم الشان تھا۔ اسے قوت۔ دولت۔ اتفاق پر زور حکومت سب کچھ میسر تھا۔ اس مین بڑے بڑے امیر۔ بڑے بڑے عالم۔ فاضل۔ اور بے شمار غلام موجود تھے اسکے شہر۔ معبد اور یادگارین جو باوجودیکہ اسوقت کھنڈر ہین مگر اسپر بھی اپنی نظیر نہین رکھتین اور بڑے بڑے انجینیر اور معمار انھین دیکھکر حیرت سے دست بدندان ہین۔ وہ مدتون اپنی قوت اور اپنے تمدن کو بڑھاتا رہا۔ یہان تک کہ وہ امارت وشان کے انتہائی درجہ کو پہونچ گیا۔ ملک زرخیز۔ دولت وافر سامان عشرت کی بہتات۔ غفلت کا غلبہ ہوا اور عیش مین پڑ گئے۔ بت پرستی جس کا اسقدر زور تھا کہ چاند سورج سے لیکر چھوٹے سے چھوٹا جانور تک نہ بچا تھا اُس کی عیاشی اور شہوت پرستی کو اور ابھارنے لگی وہان سچ اور جھوٹ کی پرسش نہ تھی بلکہ رسوم بت پرستی کا ادا ہونا ضروری تھا بس وہی نیک سمجھا جاتا تھا اور وہی ملک مین امن سے رہ سکتا تھا۔ عیش پرستی کی ایک ادنے دلیل یہ ہے کہ غلامون کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ ایک دفعہ اس خوف سے کہ ان کی تعداد بڑھتے بڑھتے باعث خطرہ نہ ہو جائے۔ ان کے بچے دریائے نیل مین پھینکدئے گئے۔ مکاری اور ریاکاری

جھوٹ فریب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آخرکار ایک بندۂ خدا اُٹھا اور اسنے
اپنے قوم سے کہا کہ کب تک یہ ظلم وستم اور ریا و فریب۔ چلو یہان
سے نکل چلین۔ اس نے مصر سے زرخیز اور دولت کے گھر پر صحرا و بیابان
کو ترجیح دی۔ مگر بانیان ظلم و فریب بھی نہ بچے اور خاک مین مل کے
رہے۔ کیا حال ہوا بابل اور نینوا کا جن کی تہذیب وشایستگی کا غلغلہ دنیا بھر
مین تھا۔ کبر و نخوت اور غفلت کے ہاتھون سے نہ بچے اور اپنی خودی
اور شہوت پرستی کے خود شکار ہو گئے۔ رومتہ الکبرٰے جو ملکۂ امصار
کہلاتی تھی جسکی شان وشکوہ کی کچھ انتہا نہ تھی جس کا سا عیش وعشرت
چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جس کی تجارت۔ حکومت۔ اور دولت
کا کچھ شمار نہ تھا جس کی عیش پرستی وہم وگمان سے بڑھ گئی تھی وہان
سب کچھ تھا صرف ایک خدا کا خوف نہ تھا وہ غفلت کے نشہ مین
ایسے بے خود مدہوش ہوئے اور اس سے ایسے ایسے ناپاک گناہ اور
شرمناک بداخلاقیان صادر ہوئین کہ دنیا مین نہ اس سے پہلے کبھی
ہوئی تھین اور نہ اس کے بعد کبھی ہون۔ جن کے خیال سے دل دہل
جاتا اور قلم تھرّانے لگتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا انسان
اس وقت اپنی خلافت سے ہٹا دیا گیا تھا نتیجہ کیا ہوا وہ سب کچھ
مٹ کے رہا اور اس طرح مٹا کہ اب تک لوگون کے لئے عبرت ہے
اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝ دنیا
کے یہ سبق بے معنے نہین ہین اور دنیا کے یہ انقلاب بڑھیون کی

کہانیان نہین ہین اگر ان کے کچھ معنے ہین تو یہی ہین کہ انسان کا اصلی زوال اخلاقی اور روحانی ہے اور اس کا اصلی عروج اخلاقی اور روحانی عروج ہے اگر اخلاق خراب ہین تو مال و دولت ۔ حکومت و ثروت ۔ قوت و عظمت عقل و حکمت کچھ کام نہین آتا بلکہ اور غارت کرکے رہتا ہے ۔ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمین جہاد کی تعلیم دی ہے اور جہاد کی اگر کبھی ضرورت ہوسکتی ہے تو وہ اب ہے ۔ کیونکہ عروج کے زمانہ مین اس کی حاجت نہین اور جب انتہائے پستی مین پہونچ گئے تو اسوقت اتنی ہمت کہان ۔ لہذا جہاد کی ضرورت ہے تو اب اور اسی وقت ۔ لیکن کونسا جہاد ؟ جہاد اصغر نہین جہاد اکبر ہمین نفس سے لڑنا ہے اور اس موذی دیو کو پچھاڑنا ہے ۔ چن چن کے اسکے کھوٹ نکالنے ہین اور رگڑ رگڑ کے وہ زنگ دھونا ہے جو ایک مدت سے اس پر چڑھ رہا ہے ۔ ہماری نجات اسی مین ہے ورنہ کوئی تدبیر ہماری ترقی کے لئے کارگر نہین ہوسکتی ۔ کیونکہ باقی سب چیزین فانی اور بے اثر ہین دین و دنیا دونون کے حاصل کرنے کی یہی ایک کنجی ہے ۔

اغلب ہے کہ یہ کتاب **دعوۃ الحق** ہمارے نوجوانون کو اس مضمون کی طرف متوجہ کرے اور کیا تعجب ہے کہ بہت سون کو سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرے کم سے کم یہ ضرور ہے کہ انھین اسبات کے سوچنے پر ضرور مجبور کریگی کہ ہم جس کاروبار مین منہمک ہین اسکے سوا بھی کچھ اور ہے اور وہ **اور** کوئی سرسری اور خیالی شے نہین بلکہ جان جانان اور روح روان کائنات ہے ۔ جو لوگ فلسفہ و سائنس پڑھکر ڈانوان ڈول ہوتے ہین انھین یہ بات یاد رکھنی چاہئے

کہ توہمات کا نام مذہب نہین۔ قیاس کا نام فلسفہ نہین۔ اور نہ مادیات کا نام سائنس ہے۔ بلکہ فلسفہ اور سائنس سچے مذہب کے معین و مددگار اور صداقت کی تلاش مین کارآمد ہین کیونکہ سائنس کی ہر تحقیق مین صانع عالم کی قدرت حکمت اور رحمت جلوہ گر ہے۔ فلسفہ و سائنس کو مقصود بالذات نہین سمجھنا چاہیئے بلکہ یہ وسائل ہین اس صداقت تک پہونچنے کے جو سب پر حاوی اور ساری کائنات مین ساری ہے۔ اس امر کی طرف توجہ دلانے کی سب سے بڑی ضرورت ہے تاکہ علوم کے حاصل کرنے مین ہم رہ مستقیم سے نہ بہک جائین۔ اگر اس کتاب سے یہ تحریک پیدا ہو گئی تو سمجھنا چاہیئے کہ ہمین آیندہ نسلون کی تربیت مین بڑی مدد ملیگی۔ امید ہے کہ مصنف نے اسلام کی تعلیم پر جس کتاب کے لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے اسے بھی وہ بہت جلد پورا کرکے اپنے ابناے وطن کو زیر بار منت فرمائینگے۔ یون لکھنے کو کتابین بہت سی لکھی جاتی ہین۔ لیکن اچھی کتاب اور ایک ایسی کتاب کا لکھنا جس کا ہم ذکر کر رہے ہین۔ نادرات مین سے ہے۔ اس کش مکش اور تذبذب کے زمانہ مین اسکی بے انتہا ضرورت ہے۔ اور اس سے بڑھکر ہمارے ملک پر کوئی احسان نہین ہو سکتا کہ نوجوانون کے ہاتھون مین ایسی کتابین ہون جو اُن کے اخلاقی اور روحانی قوت کو اُبھارے۔ اور سطح سے بلند کر دے جو کثیف ہوا سے محصور ہے۔ فقط

عبد الحق

حیدرآباد دکن

فہرست مضامین کتاب دعوۃ الحق

صفحہ	عنوان مضمون

ان الدین عند اللہ الاسلام
دعوۃ الی الحق

اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ

(خدا ہی ہے جسنے قرآن مجید نازل فرمایا حق۔ اور ترازو پر تُلا ہوا۔)

اے اللہ! تو ہی تھا تو ہی ہے اور تو ہی رہے گا۔ تیرے سوا کچھ ہو بھی تو کسی شے کی ہستی کہی جائے۔ تیری ہستی کے سوا کوئی وجود بھی ہو تو مین اپنے آپ کو مین کہون اور تیری حمد کا حوصلہ کرون۔ جسکے صفات بھی ذات ہون تو اُسکے صفات کیا ہون جسکی صفتین بھی بے چون و بے چگون ہون۔ تو وہ بیان کیا ہون۔ ہان یہ مانے بغیر چارہ نہین کہ جب تو ہی تو ہے تو ساری صفتین بھی تیری ہی تیری ہین اور تیرے ہی لئے ہین۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اے رسول مجتبے! آپ کی ثنا اگر دید و یافت کی آنکھین خیرہ نہو جائین تو محبت کا مارا ہوا دل کچھ اسکی ہمّت کرے۔ اور سودا زدہ دماغ کچھ ہوش سنبھالے۔ مگر جوشِ عشق نے اس کام کا بھی نہین رکھا۔ سراسر عجز ہے اور عجز کا اعتراف۔ اگر دریا کوزہ مین بند ہو سکے

تو عجز نا مقبول۔ اور اگر بارگاہ عالی مین نیاز کے ساتھ عجز کا ہدیہ مقبول ہے تو اس عاجز کا ہدیہ قبول ہو الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

عرض حال

یہ ایک رسالہ ہے جسکا نام **دعوۃ الحق** ہے۔ اگر یہ کہون کہ یہ نام اپنے معنے مین صحیح ہے تو میرے نزدیک ایسا ہی ہے۔ یہ اپنے دل کے پھپھولے ہین جو پھوٹ بہے ہین۔ اگر کسی کو اس رسالہ کے ساتھ اتفاق ہو تو وہ میرا ہمدرد ہے۔ اگر کسی کو اختلاف ہو تو اُسکا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ بیچ مین مین کون۔ ہان جو کچھ لکھا گیا صدق و اخلاص سے لکھا گیا ہے۔ اگر غلطیان ہون اور ہونگی وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ تو خدا معاف کرے۔ اگر نہون تو اس رسالہ کو اپنے مقصد مین کامیاب کرے۔ یا جو چاہے وہ کرے اور جو چاہے گا وہی کرے گا۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ

آمدم برسر مطلب

دنیا مین سیکڑون بلکہ ہزارون ہی مذاہب ہین۔ اور سب مدعی اسی کے کہ ہم برسر حق ہین اور دوسرے سب برسر باطل کُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ اگر یہ کہا جائے کہ سب برسر باطل ہین تو یہ اُسیقدر نا معقول اور نا مقبول ہے جیسے

یہ کہنا کہ سب برسرحق ہین۔ ہان حق و باطل مین تمیز کرنا حق کو باطل سے چن لینا سب کو کسوٹی پر کسنا اور کھرا کھوٹا الگ کرنا یہی غرض ہو جو اس رسالہ سے متعلق ہو۔ لیکن جس طرح انسان مذاہب مین مختلف اور گروہ در گروہ ہو اُسی طرح اپنی اپنی فطرت مین بھی اسلئے جنھین ایمان وایقان حاصل ہو اور اسپر وہ قانع ہین چاہے وہ اُنکے گمان مین تحقیقاً ہو یا واقعی تقلیداً۔ اُنھین اب کچھ سمجھنا تو ہے نہین۔ پھر وہ میرے مخاطب بھی نہین۔ ہان جن کا ایمان بلحاظ اب وجد محض تقلیداً ہے وہ سیدھی راہ پر ہون گے۔ یا غلط راہ پر ہون گے جہان کی راہ ہوگی وہان اُنھین پہونچنا ہے۔ کوئی اندھا لکڑی کے سہارے چلا۔ آبادی کی راہ پر ہوا تو آبادی مین جا پہونچا اور جنگل کی راہ پر ہوا تو جنگل مین۔ اور جو ایمان و ایقان کے متزلزل ہین اُنکی نظر تاک جھانک مین رہتی ہے۔ نہ ادھر ہی جمتی ہو نہ اُدھر ہی کبھی قومیت کے جوش مین آبائی مذہب کو سراہتے ہین۔ اور کبھی ظاہری بھڑک کی جھپیٹ مین آکر ادھر اُدھر تلکنے لگجاتے ہین۔ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝ آخرکار بے پروائی اور بے نیازی کے نشہ مین متوالے ہوکر بے باکانہ گفتگو کرنے لگتے ہین۔ پھر تو جو زبان پر آجائے وہ اُن کا فلسفہ ہے اور جو سمجھ مین آجائے وہ اُنکی غایت فکر ہے۔ اُنھین نہ حق کی تلاش ہے نہ کچھ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت۔ بے پروائی نے انکی سماعت اور بصارت پر مہرین لگادین ہین اسلئے انکے جانب بھی تخاطب بیجا اور لاحاصل ہے۔

ہان تیسرا گروہ متجسس اور حق کا طالب ہو اسکے لئے بھی قدم قدم پر کانٹے بچھے ہین اور چپے چپے پر انگارے رکھے ہین۔ ہر طرف ایک جماعت کھڑی پکار رہی ہے کہ آؤ میرے گروہ مین۔ اور کوئی کہتا ہو کہ میری آزادیون کو دیکھو۔ کوئی کہتا ہے میرے نشو و نما اور میری کامیابیون کو دیکھو۔ کوئی معاوضہ کی تھیلیان لاتا ہے تو کوئی لالچ کا سبز باغ دکھاتا ہے

غرض اسی جہان بنان مین اُسے چار بڑے بڑے گروہ نظر آتے ہین۔ ایک عیسائیون کا۔ ایک دہریون کا۔ ایک اہل سائنس۔ اور ایک مسلمانون کا۔

اگر کوئی طالب حق نکلا بھی تو اُسے چار بڑے بڑے گروہون کا سامنا ہوتا ہے وہ گھبرا کے بیٹھ جاتا ہے۔ اور اگر طالب حق کی تحریک جو بعض انسان کو نچلا بیٹھنے نہین دیتی اوسکے دل مین چٹکیان لیتی رہتی ہے تو وہ ان چارون کی طرف سوق کیساتھ متوجہ ہوکر پوچھنے لگتا ہے کہ تمھاری کثرت نے میری توجہ کو مائل تو کیا اور تمھارے افراد کی قابلیتون نے میرے دماغ مین تمھارے لیئے جگہ بھی بنالی۔ اور مین نے تمھاری پکار بھی سنی۔ لیکن مین چاہتا ہون کہ تمھارے عقائد بھی سنون۔ اور حقانیت کے دلائل بھی۔ اگر عقل سلیم نے تسلیم کرلیا اور بیچین دل نے چین لے لیا تو پھر مین اُسکے قبول کرلینے اور اُس گروہ مین ملجانے کو بھی تیار ہون۔

یہ سنکر چارون گروہ کا ایک ایک شخص کھڑا ہوتا اور یکے بعد دیگرے اپنی اپنی تقریر شروع کرتا ہے۔

عیسائی کی تقریر

اس روشن زمانہ مین فلسفہ اور سائنس کے ترقی خیز حملون نے عیسائیون کو دو گروہ کردیا ہے۔ بعض عقل یعنی فلسفہ اور سائنس کے ہو رہے اور بعض مذہب کے کیونکہ عقل و مذہب کو جمع کرنا تو آگ پانی کو اکجا کرنا ہے۔ آگ آگ کا کام دے سکتی ہے اور پانی پانی کا عقل اپنی جگہ پر اور مذہب اپنی جگہ پر۔ فلسفہ اور سائنس کے کرشمے تو بدیہی ہین مگر مذہب نے بھی جس طرح جہل پر اپنا سکہ بٹھایا ہے اُسی طرح عقل پر۔ مذہب ہی کے آگے عقل اور جہل دونون نے سر ڈالا ہے۔ مذہب نے عقلا کو اوسی طرح منوایا اور پابند کیا ہے جس طرح جہلا کو۔ پھر مذہب جسنے جہل اور عقل دونون پر حکومت کی ہے اوسے خلاف عقل سمجھنا سراسر عقل کے خلاف ہے۔

عقل بُرا بھلا سمجھا کر الگ ہو بیٹھتی ہے اور مذہب عملی قوت کا محرک ہوتا ہے اسلئے جسنے اسکی پناہ پکڑی وہی بُرا بھلا سمجھنے اور نہ سمجھنے پر بھی کل نہین تو بہت کچھ برائیون سے بچ نکلا۔ اسکی ہزارون مثالین عالم مین موجود ہین۔

ہم عیسائیون کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا اور خدا کا بیٹا یسوع مسیح اور روح القدس یہ تین خدا ہین اور تینون ملکر ایک خدا۔ یہ سمجھنے کی نہین بلکہ مان لینے کی چیز ہے۔ مانتے مانتے جب یقین کامل ہو جاتا ہے تو ایسا ہی سمجھ مین بھی آنے لگتا ہے۔ یہی تثلیث ہے جو ہمارے مذہب کا اصل اصول ہے۔ جو صرف یہ مان لیگا آسمان کی بادشاہت اوسی کے لئے ہے۔ اور وہ باپ جو آسمان پر ہے اُسے نجات دیگا۔ کیونکہ ایسے ماننے والونکے گناہ کے عوض خود خدا کے بیٹے نے اپنی قربانی گوارا کی۔ اور تین دن تک جہنم مین

رہنا قبول کیا۔ اور قوم کو نجات دلائی یہ خصوصیت ہمارے ہی مذہب کو حاصل ہو کہ صرف اس عقیدہ کو مان لینے سے نجات یقینی ہو جاتی ہے۔ مذہبی احکام کی تعمیل چونکہ وہ مقتضائے عقل ہین ضروری اور اولی ہے۔ مگر نجات اس پر منحصر نہین۔ نجات کے لئے تثلیث کو ماننا ضروری ہے یہ تثلیث ہم لوگون کا عقیدہ ہے۔ یہ مان لینے کی چیز ہے سمجھنے کی نہین۔ پھر ناحق عقل اس مین کیون تھکائی جائے کہ خدا کو بیٹا کیونکر ہوا کیا ساری دنیا کے تو بیٹے ہون اور خدا کے ایک بھی نہ ہو۔ کیا خدا قادر نہین کہ اپنا سا ایک بیٹا پیدا کرے۔ کیا معجزات حضرت یسوع مسیح کافی شہادت نہین ہو سکتے۔؟ یوحنا رسول انھین معجزات اور قدرتون کو دیکھکر ایمان لائے تھے کیا یہ باتین اورون کے ایمان کے لئے کافی نہین ہو سکتین؟ کیا لوگون نے اسی دنیا کو بس سمجھ لیا ہے اور نجات کے طالب نہین ہین۔؟ اگر ہین تو مین انھین یقین دلاتا ہون کہ اسکی صورت بجز تثلیث کے تسلیم کے کوئی دوسری نہین۔ اگر تثلیث سمجھ مین نہ آئے اور تم سمجھنا ہی چاہو تو اسے یون سمجھو کہ ایک تو خدا وہ جو آسمان پر ہے۔ دوسرے حضرت یسوع مسیح خدا کا بیٹا اور تیسرے روح القدس یعنی وہ واسطہ جو درمیان باپ اور بیٹے کے ہے۔ اب تو تثلیث سمجھ مین آگئی۔؟

طالب تمھاری باتین تو مینے سنین۔ مگر جب تمھارے وہ عقائد جو اصول مذہب بتائے گئے۔ سمجھنے سمجھانے کے نہین۔ صرف مان لینے کے ہین۔ تو انپر تقریر بیجا ہے۔ تمنے جو کچھ کہا وہ اپنی کتاب مقدس سے کہا۔ مگر اُسکی حقانیت پر کوئی دلیل نہ پیش کی۔

خدا یعنی آسمانی باپ کو تو تم نے کہا۔ مگر اُسکا ہونا ہی کیا ضرور ہے۔ مان بھی لیا جائے کہ ہے تو وہ باپ مسیح کا اگر من حیث خالق ہونے کے ہے۔ تو تمھارے ہی مذہب کی رو سے وہ سب کا ہی ہے ہمارا بھی تمھارا بھی۔ اور اگر من حیث توالد و تناسل ہے تو پیدائش مین

مان اور باپ دونون شریک ہین۔ اسلئے ایک خدا اُنکی مان کو بھی کہو۔ پھر بھی تثلیث
نہ رہی تربیع ہو گئی۔ یعنی چار خدا ہو گئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خدا مسیح کی صورت مین آیا
اور اُسنے مسیحی روپ بھرا۔ تو یہ دریا کا کوزہ مین سمانا ہے۔ مان بھی لیا جائے تو اس صورت
مین مسیح کی صورت خدا کی صورت ہو گی۔ گویا خدا اپنی صورت مین دیکھا گیا اور مسیح کہلایا
جب بھی وہ خدا سے الگ کوئی دوسری چیز نہ ہوئی۔ اور باپ بیٹے کا رشتہ ہونا تو کجا۔
اسکے سوا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ جو انسانی ضرورتون کا محتاج ہو۔ کھانا۔ پینا۔ سونا
جاگنا۔ جینا۔ مرنا جسکے ساتھ لگا ہو۔ جو اپنی حفاظت آپ نکر سکے۔ وہ تمھارا ویسا
خدا مانا جائے جو تمہارے ہی مذہب کے روسے ان عوارض سے پاک ہو اگر ایسا
مانا جائے تو کفر و شرک اسی کا تو نام ہے۔

انسان کو بچپن۔ شباب۔ پیری۔ بیماری۔ صحت ہر حال مین نئی صورت بدلنی پڑتی ہے۔ تو کیا
اس سے وہ انسان بدل جاتا ہے؟ صورت یا صفات کے بدلنے سے ذات نہین بدلتی۔ پھر اگر
خدا نے مسیح کا چہرہ لگا لیا تو اس سے نہ خدا دو چہرہ ہو گیا نہ وہ چہرہ خدا ہو گیا۔ نہ اُسکی ذات کی
تجزی ہوئی۔ کیونکہ ذات تجزی پذیر چیز نہین۔ اگر یہ چہرہ اُسکی صفات کی صورت کہی جائے تو
سارے مذاہب الٰہی کی روسے ایسا ہی کائنات اور کائنات کا ہر ذرہ ہے۔ پھر تخصیص کیا رہی۔

اگر تثلیث ہی مذہب حق ہے جسکو آپ کے خدا نے بھیجا اور جسکی اشاعت خدا کو منظور
تھی تو جتنے پیغمبر یسوع مسیح سے پہلے گذرے ہین۔ ابراہیم۔ اسمعیل۔ اسحاق۔ یوسف
یعقوب۔ موسےٰ اور سارے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔
انھین آپ کیا کہتے ہین یہ رسول تھے یا نہین۔ ان لوگون نے ابلاغ حق کیا یا نہین۔؟
یہ تثلیث کے قائل تھے یا نہین؟ اور تثلیث کی اشاعت کی یا نہین؟ اگر سب کا ایمان

تثلیث پر تھا تو یہ محال ہے۔ اوسوقت تک تو حضرت یسوع مسیح پیدا بھی نہ ہوئے تھے
اور اگر نہ تھا تو آپ کے نزدیک تو بغیر تثلیث کے نجات ہی نہین ہوتی پھر اُن پیغمبرونکی
نجات آپکی کتابون سے ثابت نہین ہوتی کسی پیغمبر نے تثلیث کا اعلان نہ کیا
تو یا تو آپ اُن کی نجات کے منکر ہون یا آپکو تسلیم کرنا ہوگا کہ جب سب پیغمبرون نے
پیغمبری کا دعویٰ کیا تو ضرور کوئی ایک ہی مقصد ایسا ضرور تھا جسکے سب مدعی ہوئے
جسپر سب ایمان لائے اور جسکی سب نے اشاعت کی اور جسکی وجہ سے سب پیغمبر کہلائے
اور وہ تثلیث نہ تھی ـــ

علاوہ ازین آپ نے کسی ایک بات کو بھی ثابت نہ کیا مجرد اسکا دعویٰ کیا کہ صرف
تثلیث کے مان لینے سے نجات ہوجاتی ہے تو آپ کا مذہب مجاز کرتا ہے کہ آپ جو
چاہین وہ کرین۔ یعنی آپ کا مذہب تو ساری برائیون کی اجازت دیتا ہے اور یہ کہنا
کہ کیا خدا قادر نہین کہ اپنا سا ایک بیٹا پیدا کرے تو کیا وہ اسپر قادر نہین کہ وہ اپنے
بندون کے گناہ بغیر اسکے کہ وہ اپنے اکلوتے بچے کی جان لے اُسے تین دن تک
جہنم مین رکھے (جو دشمنون کی جگہ ہے) اور بغیر اسکے کہ وہ اپنے بیٹے کی قربانی کرکے
لاولدی کا داغ گوارا کرے۔ معاف کردے جس سے اُسکا کچھ بگڑتا بھی نہین اگر اُسنے
ایسا کچھ کیا تو تمھین اپنے بیٹے سے زیادہ پیار کیا۔ افسوس تمھارے کرّوفر تو بڑے بڑے
ہین مگر دکھلانے ہی کے ہین کسی حیثیت سے قابل تسلیم نہین ـــ

دہریہ کی تقریر

عقل کے ہوتے مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے؟ وہ کون سے فیوض و برکات ہین جو عقل سے نہین مذہب سے حاصل ہوتے ہین عقل ہی ایسی کسوٹی ہے جسپر ہونا . نہ ہونا کرنا نکرنا کسا جائے اور اُسکے مطابق حکم لگایا جائے پھر عقل جو راہ چلائے چلو جیسا کچھ دکھائے دیکھو عقل کی روشنی جہان بجھا دی پھر ٹوکرین ہین۔ مذہب تو جہلا کے لیئے ہے جس کا اصل اصول خیالی اصولات مفروضہ ہین یہ اُن باتون کو منواتا ہے جو عقل مین نہین آتین اور مانتے وہ ہین جو عقل نہین رکھتے یا اندھے لکیر کے فقیر عقل کا منشا تو یہ ہے کہ جو دیکھو اور سمجھو اوسے مانو اور اُسکا یقین کرو۔ دیکھا جاتا ہے کہ یہ عالم باہمہ انقلاب و نیرنگی یون ہی تھا جیسا کہ ہے پھر اسکے یقین کی کوئی وجہ نہین کہ یون ہی نہ رہے گا۔ اس لیئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ عالم جیسا ہے ویسا ہی ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا جس طرح زمانہ موسم بدلتا ہے اوسی طرح حیات و موت بھی اُسی کے تبدلات ہین۔ پھر جو کچھ ہے یہ عالم ہی ہے۔ عقل تو یون ہی بتاتی ہے اور عقل سے باہر راہ نہین پھر جاتے کہان ہو؟

اسلیئے میرا مذہب مذہب کا نہونا ہے اور آزادی کا مطیع ہونا اس مذہب کی پابندی ہے۔

طالب عقل کے ہوتے مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یا وہ کون سے فیوض و برکات ہین جو عقل سے نہین اور مذہب سے حاصل ہوتے ہین اسکا جواب تو یہ گروہ اہل مذاہب جو کھڑے ہین انکے ذمہ ہے یہ دین گے۔ رہین اور باتین۔ یہ بالکل تشفی بخش نہین۔ تمھارا مذہب تو ہے عقل۔ لیکن عقل کے آثارات تو پائے جاتے ہین مگر یہ ہے کیا بلا۔؟ یعنی عقل

ایا ایک جوہر لطیف ہے یا ایک قسم کی قوت ہے چاہے فطرتی ہو یا علم سے محصولہ ہو۔ تو ایسکے معنی یہ ہوئے کہ عقل کی **حقیقت** لامعلوم ہے۔ اگر یہ کہو کہ انسانی دماغ ایک سادہ کاغذ کے مانند ہے۔ تجربہ پیدایش کے دن سے اس پر نقش ونگار کرنا شروع کرتا ہے رفتہ رفتہ ایک معتدبہ پونجی علم ودانست کی جمع ہوجاتی ہے پھر عقل ان ابتدائی معلومات سے بذریعہ تصفیہ کے غامض ادراکات حاصل کرتی ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ عقل ہے کیا۔ ایا ملکۂ علم ہے یا ایک قوت خاص ہے جو علم پر حکمران اور علم سے کام لینے والی ہے۔ بہر حال اُس کی حقیقت کچھ ہی ہو مگر بلا شبہ اسکا رنگ تو یہ ہے جس مین ذری پختگی نہین ایسا خام کہ اپنے آپ اڑے۔ ایسا ناکمل جس کا کمال بھی کامل نہین کل جسے عقل نے اپنی غایت رسائی کے سبب کامل سمجھا آج اُسے وہ آپ ناقص یا غلط بتاتی ہے پھر اس پر اعتماد کی (مجبوری کے سوا) کون سی صورت اور کون سی دلیل ہے۔ اسکی پرواز پر نگاہ کرو تو یہ کہین دو زینون تک جاکے ٹھہر جاتی ہے۔ کہین تین چار زینون تک اب جہان عقل ٹھہرے کیا اوسی کو **مقصد** قرار دیا جائے۔ یا مقصد اوس سے آگے ہے اگر یہ کہو کہ مقصد اوس سے آگے ہے تو یہ مقصد تک رسا نہین ہوتی۔ اور اگر اوسی کو مقصد قرار دو تو یہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور اس لئے **مقصد** اور **حق** کہین منقح نہین ہوسکتا عقل نے جسے کل حق سمجھا وہ آج حق نہ رہا۔ پھر جو آج ہے وُہ کل نہ رہے گا گویا عقل کی کشتی جو مضبوط دکھائی دیتی ہے ترقی اور تنزل کے دریا کے موجون مین پڑی ہے کبھی دائین طرف سے پانی چڑھ آیا کبھی بائین طرف سے۔ ایسے حال مین جب کشتی تہ وبالا ہو تیراک کشتی چھوڑ دیتے ہین۔ ورنہ جہان کشتی ڈوبی تو اپنے جگر گوشون کو بھی اپنے ساتھ ڈوبا بیٹھی۔ جب عقل کی ترازو اتنی تہ وبالا ہے اور اس کا رنگ اتنا متغیر اور غیر مستقل ہے تو پھر

اسکو معیار حق و باطل قرار دینا یہ بھی خطرناک ہے باطل سے باطل اور حق سے حق
ایسا کون ساگروہ ہے جسمین عقلا نہین۔ پھر عقل حق و باطل کی معیار کہان رہی جس طرح
یہ راہ دکھاتی ہے اسی طرح ٹھوکرین بھی کھلاتی ہے مسلم الثبوت عقلا کی رائین بھی اپنی
اپنی دلیل کے ساتھ اکثر متخالف ہی ہوتی ہین۔ عقل کسی کو کنسر ڈیو بناتی ہے کسی کو لبرل
پھر اسکے بتائے پر اعتماد کی کیا صورت ہے اگر ہو بھی تو اس اعتماد کی صحت پر کیا دلیل ہے
عاجز یہ ہے۔ نارسا یہ ہے۔ ناکمل یہ ہے۔ ناپایدار یہ ہے۔ یہ تھکتی بھی ہے۔ یہ ٹھوکرین بھی
کھاتی ہے۔ یہ جہالت سے بھی مغلوب ہے اور خواہشون سے بھی۔ علاوہ ازین عقل کی
پونجی تو علم ہے۔ علم ہی کی زور پر یہ اپنے گھوڑے دوڑاتی ہے۔ علم جس طرح حصول معلومات
کے لئے حواس کا دست نگر ہے اوسی طرح عقل معلومات سے کام لینے کے لئے تفکر کی
محتاج ہے۔ اس روسے عقل اون چیزون مین جو خارج مین موجود ہین حواس کی محتاج ہے
اور اون چیزون مین جو خارج مین موجود نہین ہین تفکر کی محتاج ہے۔ تفکر سے جو معلومات
حاصل ہوتے ہین وہ اس درجہ کے بدیہیات اور یقینیات نہین ہین جو حواس سے حاصل
ہوتے ہین۔ اور جو معلومات حواس سے حاصل ہوتے ہین انکا یہ عالم ہے کہ دیکھنا جو
مشاہدہ مین داخل ہے اور محتاج دلیل نہین وہ خود غیر متیقن اور مشتبہ ہے کیونکہ جسے
دیکھنا کہا جاتا ہے یا جو کچھ دیکھا جاتا ہے یہ تو اس چیز کا عکس ہے جو ریٹنا (پردہ چشم)
کے سطح پر اولٹا منقش ہوتا ہے گویا وہ چیز دیکھی نہ گئی بلکہ اسکا عکس دیکھا گیا اور وہ بھی
اولٹا۔ لیکن عکس بذاتہ ہے کیا چیز اسکی بساط خود علم کے میدان سے باہر بھی ہے۔
یہ نہین کہا جا سکتا کہ عکس ہے کیا بلا۔ اور دیکھا جاتا ہے یہی۔ سمجھا جاتا ہے یہی۔ پھر اس
جملہ کی وقعت کیا رہی کہ جسے دیکھو اسے سمجھو۔ دیکھنے کا تو یہ حال ہے کہ اپنے ہاتھ کی

لکڑی آدھی پانی مین ڈال دو اور یہ بتاؤ کہ لکڑی ٹیڑھی ہے یا تمھاری نظر۔

قوت لامسہ کو دیکھو۔ حواس کا جزو اعلی حس ہے اوسکی حقیقت اگر یہ کہی جائے کہ خلقی ساخت مین خاص قسم کا اثر ہے جو خاص طور سے متاثر ہونے کے وقوف کو مشتمل ہے۔ تو اس کا خلاصہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکی حقیقت کا علم نہین خیر اسکی حقیقت کچھ ہی ہو مگر اسکا یہ عالم ہے کہ اگر تمنے اپنے ہاتھ سے زیادہ گرم چیز کو چھوا ہے تو وہ گرم معلوم ہوگی اور کم گرم کو تو سرد۔ تم کہنے لگجاتے ہو کہ یہ چیز گرم ہے اور یہ سرد حالانکہ نہ تم کو اسکی گرمی معلوم ہوئی نہ سردی۔ معلوم صرف اسقدر ہوا کہ تمھارا ہاتھ اوس سے زیادہ گرم یا زیادہ سرد ہے۔ تمھین اپنی سردی یا گرمی کی تمیز ہوئی نہ اوس چیز کی۔ ابھی اپنے ہاتھ کا حال بدل دو اوس چیز کا حال بھی بدل جائیگا۔ جس چیز کو تمنے چھوا ہے وہ اپنے حال پر ہے۔ ساری وگرگونی تمھارے ہاتھ کی گرمی یا سردی کی ہے۔ سُننے کو دیکھو۔ جن سُنی سُنائی باتون پر علم کی بنا قائم ہے وہ سُنا ہی نقش برآب ہے۔ جس طرح پانی مین کوئی چیز ڈال دو تو اوسکے لہر کو تم دیکھتے ہو اُسی طرح حرکت آواز کی لہر جو ہوا مین پیدا ہوئی وہ تمھارے کانون تک پہونچی اسلیے دماغ نے جو کچھ محسوس کیا وہ ہوا کا صرف تموج تھا یعنی اُس تبدیلی کا وقوف حاصل کیا جو اعصاب سماعت کی حالت مین اوس حرکت یا تموج سے پیدا ہوئی۔ ہوا کا تموج یا حرکت ویسے ہی ہے جیسے نقش برآب۔ ایسا ہی حال ہمارے حواس کا ہے جسکی دریافت یقینیات اور بدیہیات مین شمار کیجاتی ہے۔ پھر علم کی ایسی خام بنیاد پر عقل کا قلعہ اُٹھانا محض خیالی پلاؤ پکانا ہے۔ یہ تو دیوانونکی سی باتین ہین کہ جو دیکھا اُسپر مچل گئے۔ یا عورتونکی سی کہ جو سمجھا وہی ٹھیک اور وہی حق ہے جسکی تعبیر یون کیجا سکتی ہے کہ حقیقت تو کسی چیز کی بھی نہین پائی سمجھا کچھ بھی نہین اور اپنی سمجھ مین سمجھ گئے۔ دیوانونکی طرح جملے تو بڑے بڑے ہین۔ قلابے تو آسمان و زمین کے ملائے جاتے ہین مگر مفہوم ندارد۔

اہل سائنس

حواس خمسہ جیسے ادراک کرتے اوسے ہم نہین مانتے اسی اصول پر رفتار قائم کر لیے ہے عقل نے ایتھر کا سراغ بتایا اور اسی کے ساتھ ساتھ اُسکی حرکت کا بھی بلاشبہ سائنس نے انھین دونون کے آگے سر جھکایا ہے۔ ایتھر اور اوسکی حرکت سائنس کے یہی دو اصل اصول ہین۔

ایتھر ایک گیس ہے جو نا متناہی خلا مین بھرا ہوا ہے بعض روشن اجرام مثلاً ستارے جب اوسپر اثر کرتے ہین تو اُسمین موجین پیدا ہوتی ہین جیسے حرکت سے ہوا مین موجین پیدا ہوتی ہین پھر جس طرح ہوا کی موجین کانون تک پہونچکر آواز کا پتہ دیتی ہین اُسی طرح ایتھر کی موجین آنکھون تک پہونچکر مرئیات کا پتہ دیتی ہین۔

قوت برقی اور قوت مقناطیسی جسکے عجائبات دنیا مین اپنے کرشمے دکھا رہے ہین۔ اُسی ایتھر کی لہرین ہین۔ یہی ایتھر چارون ناقابل وزن مادّون کو جمع کیے ہوئے ہے یعنی روشنی حرارت قوت برقی۔ اور قوت مقناطیسی۔

فلسفہ حال نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ اشیاء عالم سماوی اور عالم ارضی کی اصل دو ہی چیزین ہین ایک ایتھر دوسری اوسکی حرکت یہ دونون قدیم ہین ازلی ہین اور ازل سے ان دونون مین تلازم پایا جاتا ہے ان دونون کا انفصال یا انفکاک ممکن ہی نہین محال ہے۔

مادہ کی بسیط سے بسیط صورت ایتھر ہے اور اُسکی قوت اُوسکے غیر منقسم اجزا کی حرکت ہے یہ حرکت ایتھر مین بلا محرک خود بخود موجود ہے۔ سارے موجودات کیا ارضی کیا سماوی پہلے موجود نہ تھے اسی ایتھر اور اُسکی حرکت سے وجود مین آئے۔ جیسے علت سے معلول

سائنس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ایتھر مین نہ ادراک پایا جاتا ہے نہ قصد۔

پھر نظم عالم یون ہوا کہ اجزاے ایتھر کے خاص قسم کے کیفیات پر مجتمع ہو جانے سے چھوٹے چھوٹے ذرون کا وجود ہوا۔ قانون کشش انکے اجتماع کا باعث ہوا جس سے اک کرہ بنگیا اور وہ اپنے محور کے گرد گردش کرنے لگا۔ پھر وہ قانون قدرت کے موافق روشن ہوگیا یون آفتاب کا وجود ہوا اوسکی گردش سے باقی ستارے اوس سے جدا ہونے لگے اور کرے بن بن کر اپنے محورون پر گردش کرنے لگے۔ منجملہ اُنکے یہ زمین بھی ہے۔ جب زمین اک مدت مدید تک گردش کرتی رہی تو اُسکی سطح ظاہری سرد ہونے لگی اور مختلف طبقات بنتے گئے۔

علم طبقات الارض سے ثابت ہے کہ حیوانات اور نباتات پہلے نہ تھے۔ زمین کے مختلف طبقات کے دریافت سے جہان تک رسائی ہوئی ہے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پر ایسا زمانہ گذرا ہے جب اُسپر کوئی جاندار اجسام موجود نہ تھے۔ پھر کیمیاوی عملون کے مشاہدات سے یہ دریافت ہوتا ہے کہ عناصر ایتھر کی حرکت اور اُسکے اجزا کے اجتماع سے پیدا ہوئے ہین جو شمار مین ساٹھ سے بھی زیادہ ہین اور انھین عناصر کی ترکیب سے معدنیات اور اجسام جاندار وجود مین آئے پہلی چیز جس سے یہ بنے ایک مادہ مثل زلال کے تھا۔ اوسکی ترکیب مین چند عناصر شامل ہوئے اوس مین غذا حاصل کرنے منقسم ہونے اور توالد و تناسل کی قوت پائی جاتی ہے۔ اسی مادہ کی تقسیم سے اعضا کی بناوٹ ہوئی اسی کے مجتمع ہو جانے سے نباتات و حیوانات ابتدائی حالت مین پیدا ہوئے حیات انھین عناصر کے فعل و انفعال اور انکے کیمیاوی امتزاج کے ظہور کا نام ہے یہ کوئی مستقل شے نہین ہے یہی روح ہے۔

عقل و ادراک انسانی بھی ایتھر اور اوسکے اجزاے متحرکہ اور عناصر ممتزجہ کی تاثیر و تاثر سے جو افعال پیدا ہوتے ہین اوسکے ایک خاص فعل کا نام ہے یہ بھی کوئی علحدہ شے نہین ہے۔ اگرچہ ایتھر اور اُسکی حرکت دونون عقل و ادراک سے خالی ہین۔ اسی طرح حیوانی اور انسانی عقل مین محض کمیت و مقدار کا فرق ہے۔ ماہیت دونون کی ایک ہی ہے۔

پھر وہ حیوانات و نباتات جو ابتدائی حالت مین تھے توالد و تناسل کی وجہ سے اور جو قوت اُن مین تھی اُسکی وجہ سے بڑھتے اور ترقی کرتے رہے۔

پہلا قانون تباین افراد ہے۔ افراد کا باہم ایک دوسرے سے مبائن ہونا۔ کوئی فرد بتمامہ اپنے اصل سے مشابہ نہین ہوسکتی اس سے نر اور مادہ ہوئے۔

دوسرا قانون فروع مین اصول کی خصوصیتون کا منتقل ہونا ہے۔ اس انتقال کی کمی بیشی سے قوی یا ضعیف توانا یا کمزور پیدا ہوئے۔

تیسرا قانون تنازع بقا ہے۔ ایک کی بقا کو دوسرا ہڑپ کرنا چاہتا ہے جس سے کمزور یا نابود ہونیوالے نابود ہوجاتے ہین۔

چوتھا قانون فطری انتخاب ہے فطرت بہترین شے کو منتخب کرکے حفاظت کرتی ہے لاکھون برس کے گذرنے پر ایتھر کی حرکت اضطراری اور فطرت کے ان چارون قوانین کے موافق رفتار اختیار کرنے سے نباتات حیوانات موجودہ ترقی کی حالت تک پہونچ گئے ہین۔

منجملہ اُن کے انسان بھی ہے۔ چونکہ یہ بندر کے ساتھ نہایت مشابہت رکھتا ہے اسلئے قرین قیاس ہے کہ ان دونون کی اصل ایک ہی ہو۔ انسان ترقی کرگیا اور

اس طرح بندر سے بڑھ گیا۔ کیونکہ انسان تمام حیوانی انواع کے اعتبار سے بالکل نو پیدا ہے
یہی حقیقت انسان اور سارے عالم کی ہے جو از روئے سائنس ثابت ہوئی ہے
جو کچھ ہے وہ ایتھر اور اسکی حرکت ہے پھر عقل جو اسکی فرع ہے وہ مجبور ہے کہ اپنے
اصل کے آگے سر جھکائے۔ یہی سائنس اور اسکی یافت ہے جسنے سارے مذاہب کے
شیرازے ڈھیلے کر دیے ہین۔ اور ساری مذہبی اور خیالی روشنیون کو بجھا دیا ہے۔

طالب

سائنس کے غلغلے سے میرے کان بھی بہرے ہو گئے تھے اور اسلئے آپکی تقریرون کو بینے ہوش
گوش سے اور عقیدتمندانہ سنا۔ اسکے غلغلے کے سبب سے میری عقل بھی بہانہ ڈھونڈھتی تھی کہ
کسی طرح اسی کو تسلیم کرون مگر افسوس ہے کہ سائنس کا یہ سبز باغ حواس خمسہ کے ریتلی سرزمین
پر ہے پتیان اور شاخین تو سرسبز اور آنکھونکی ٹھنڈک ہین مگر سرزمین کی ریت کی گرمی کے سبب سے
نہ دل کو ٹھنڈک ہو نہ جگر کو۔ درخت بھی دیکھنے ہی کے ہین جن مین نہ پھول ہین نہ پھل۔
حواس خمسہ جسے ادراک نہ کرے اوسے تو آپ مانتے نہین حالانکہ یہ بالکل اوس کے
خلاف ہے جسپر کاروبار عالم وابستہ ہے۔ اس خیال مین آپ اور حضرات دہریہ بالکل
مطابق ہین۔ اور دہریون کے خیالات کی چھان بنان مین اسکا ناقابل تشفی اور ناقابل
عملدرآمد ہونا اور اسکی ساری غلطیان مین ظاہر کر چکا ہون۔ رہی آپکی یافت اور آپکا
نظم عالم تو اسے سنئے۔ ایتھر تک تو آپ حضرات نے رسائی حاصل کی آگے کوئی سلسلہ
نہ ملا تو اسے غیر محدود اور قدیم کہدیا مگر غیر محدود یا قدیم ہونا آپ نے صرف مان لیا ہے
آپ کے پاس اسکی کوئی دلیل نہین ہے کیونکہ غیر محدود یا قدیم ہونے کا خیال حواس
خمسہ دماغ مین اٹا کیونکر سکتے ہین۔ کس حواس کے ذریعہ سے۔

دوسرے حرکت بے محرک ہونی خلاف عقل ہے یا قرین عقل کس عقل سے حواخمسہ نے اسے ادراک کر لیا کہ حرکت پائی جائے اور محرک نہو۔

ایتھر مین عقل وادراک۔ اختیار ارادہ نمو اور جوش نہین ہے یہ مسلم ہے۔ اور موجودات مین ہے یہ بدیہی ہے۔ پھر ان صفات کا ایتھر سے وجود مین آنا تو انگور کی قاشون سے ہاتھیون کا ٹپکنا یا آگ اور تپھر کے ملنے سے آدمی کا پیدا ہونا ہے یہ صفات بالفعل یا بالقوہ ایتھر مین نہین ہین تو ایتھر سے بھی نہین ہین۔

اسی طرح قانون قدرت اور قانون کشش بھی ہین۔ انکی اصل کا بھی پتا نہ لگا سائنس نہ یہ صفات ایتھر مین تسلیم کرتا نہ انکا کوئی معقول سراغ بتاتا ہے۔ سائنس نے چند قوتونکو دریافت کیا اور اُن سے کام لیا ہے مگر حقیقت رسی مین سراسر عاجز ہے پھر ایسے عاجز کے آگے سر جھکانا عقل ہمت اور غیرت کا کام نہین۔

مسلمان کی تقریر

ہم مسلمانون کا عقیدہ تو یہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالْفُرْقَانُ کَلَامُ اللّٰہِ۔ یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہین اور سیدنا و نبینا محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے بھیجے ہوے رسول ہین اور قرآن مجید خدا کا کلام ہے۔ یہ تو ہمارا عقیدہ ہوا اس لئے ہمین تین چیزین ثابت کرنی ہوئین۔ (۱) خدا اور اوسکی وحدانیت (۲) رسول اور رسول کی صداقت (۳) قرآن اور اُسکی حقانیت لیکن قبل اسکے کہ مین شروع کرون عقل کی طاقت پر واز دیکھا چاہتا ہون کہ یہ کہان تک ہم کو بے نیاز کر سکتی اور ہمارے لئے سہارا ہو سکتی ہے۔ اور یہ جملہ کہان تک صحیح ہو سکتا ہے کہ عقل کے ہوتے مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی بیان کر دینا لازم ہے کہ مذہب ہے کیا چیز اور کس حد تک اس کی رسائی ہے۔ اور وہ کون سے فیوض و برکات ہین جو عقل سے نہین مذہب ہی سے حاصل ہوتے ہین۔

عقل اگر نام ہے کسی ایک قوت کا۔ تو قوت اسی کو کہتے ہین جسکی حقیقت معلوم نہو۔ اسلئے کسی چیز کو یہ کہنا کہ یہ قوت ہے اسکے معنی یہ ہین کہ اسکی حقیقت معلوم نہین۔ اگر یہ کہو کہ یہ ملکۂ علم ہے تو یہ دریافت حقیقت مین سراسر عاجز ہے۔ جہان تک دیکھا جاتا ہے عقل بذریعہ حواس اور بذریعہ تفکر کے چند تک بندیان کر لیتی ہے۔ چند علل و اسباب ٹھہرا لیتی ہے یا چند قوتون کی قوت معلوم کر لیتی ہے اور بس۔ علمی دنیا مین۔ ہر چند قوتون کی دریافت اور اُن کی عجیب غریب طاقت بڑے بڑے نتائج پیدا بھی کرے مگر اس سے یہ ثابت

نہین ہوتا کہ عقل کسی چیز کی حقیقت کو بھی پا گئی۔ کسی قوت کو گرچہ وہ اُس سے کام بھی لے
یہ نہین کہہ سکتی کہ یہ ہے کیا۔ عقل اپنے دائرے مین کرشمے دکھاتی اور اس مین جدت
کرتی رہتی ہے مگر اپنے حد سے باہر سراسر اپنے عجز اور جہالت کا اقرار کرتی ہے۔ اور
یہ عقل کی صحت رفتار کی دلیل ہے پھر یہ عقل اپنی محدود قوت۔ کمزور طاقت پر بستہ پرواز
اور پابستہ رفتار کے ساتھ کسی طرح خدا واجب الوجود اور حقیقت الحقائق
سے بے نیاز اور بے پرواہ نہین کر سکتی۔

آسمان ہے کیا اسے تو رہنے دو کہ حد نظر ہے یا آنکی یافت تمہاری دریافت سے
باہر ہے ایک فضائے بسیط ہے یا کروڑون مخلوق کا مسکن حکمتون سے خالی ہے یا
حکمتون سے بھرا پڑا ہے۔ شیشہ کی سی کوئی لطیف چیز ہے یا شیشہ سے بھی لطیف تر۔
جس مین نہ آنکھونکی نظر سمائے نہ دوربین کی طاقت جیسے پانی مین نہ نظر کی رفتار صحیح رہتی ہے
نہ دوربین کی طاقت کچھ کام کرتی ہے۔

اسکا فیصلہ تو پیچھے ہے پہلے یہ بتاؤ کہ زمین کیا بلا ہے اجزائے ارضی کیا چیز ہین۔ جو قوتین
زمین کے اندر مضمر ہین وہ اپنی حقیقت کیا بتاتی ہین۔ ابخرے تو اُٹھے حرارت سے جو بنیہ ہو کر
برسے۔ مگر حرارت کیا چیز ہے۔ ظاہر مین زمین بیجان اور بھاری لاش کی طرح پڑی ہوئی
ہے۔ مگر اسکی زور آور کشش اور اسکی حرارت جگر کیا ہے۔ اسکے اجزا کی یہ چگونگی کہان
چھپی ہے۔ کہ یہی اجزا پھول مین ہین پھل مین ہین درختونمین ہین اُنکے شاخ و برگ مین ہین۔ دریا کی
لہرونمین ہین تو ہوا کی موجونمین ہین ہم مین ہین تم مین ہین اور سارے اجسام مین ہین۔ مگر یہ
سارا کچھ ایسا طلسم ہے کہ عقل کے کھولے (ہزار وہ سر مارے بھی تو) نہین کھُلنے کا۔
اور کو کیون دیکھو۔ دماغ کی ساری قوتین مثلاً حافظہ وہم و فہم پھر دماغ کی

کسی ایک طرف چلانے والی۔ اسکی روکنے والی اور ایک طرف سے دوسری طرف متوجہ کرنیوالی قوت۔ قوت عزم (ول پاور) اور قوت نمو بلکہ تمہاری ساری قوتیں جو خود تم میں ہیں کیا ہیں؟ ایک قوت کا لفظ کہدینا تو آسان ہے مگر ان کے حقایق کا معما عقل کی جان توڑ کوششوں پر بھی تو حل نہیں ہوئیگا۔

اگر یہ ساری قوتیں دماغ کے کرشمے ہیں تو دماغ کونسی چڑیا ہے اگر یہ بھی کوئی قوت ہو تو اسے بھی لامعلوم حالت میں چھوڑو۔ اور اگر دماغ کوئی چیز ہو تو اسکا مغز کھو تو مرنے کی حالت میں دماغ تو ہے مگر مدرک کیوں نہیں ہے۔ ساری تاثیریں اگر خون میں ہیں تو مردون میں خون پہونچا کر دیکھو۔ اگر اس ترکیب اور اس ہیئت اجتماعی سے یہ قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں تو نیند میں سارا ترکیب تو موجود ہے مگر نتیجہ ترکیب ندارد۔ اگر یہ سارا افسون روح کا ہے تو روح کونسی افسون گر چیز ہے۔ حیات یہ کونسی بہار ہے اور موت یہ کونسی خزان ہے کہ جب تک حیات تھی عقل کے دعوے تھے۔ چکنی چپڑی باتیں تھیں بڑے بڑے ولولے تھے۔ اونچی سی اونچی پرواز تھی۔ ابھی موت کا آنا یہ کیا ہوگا ایک سانس کی دیر۔ آنکھ جھپکنے کا وقفہ۔ کہ ایک زندہ کتے اور ایک زندہ چوہے سے بدتر چیونٹیوں اور مکھیوں کی خوراک ساری عقل کی روشنی دھندلی میں جا پڑی۔ عقل کی قوت اور قدرت تو میں جب جانوں اور اسکی غلامی کا طوق میں جب گلے میں ڈالوں کہ یہ ایک چیونٹی ہی کم سے کم پیدا کردے اس میں رگ و ریشے بنائے اسمیں خون دوڑائے اور اوسمیں جان ڈالدے۔ جب یہ سراسر عاجز ہے تو پھر ایسے عاجز کا سہارا کیا جب عقل خود تخمین کیا کائنات کا ایک ذرہ نہیں تول سکتی پھر اسی سے خدا اور خدا کی خدائی کے تولنے کا حوصلہ کس برتے پر ہے۔ عقل کی غایت معراج یہی ہے کہ سمجھ کے چند صحیح نتیجے طے کرے اور بس۔

کیا ریل۔ تار برقی۔ یا برقی قوت۔ یا علیٰ ہذا ایسی ہی چیزون کی دریافت نے تمھین
ان قوتون کے پیدا کرنے والے سے بے نیاز کر دیا ہے؟ کیا اگلی ایجاد دریا کے لئے
کشتی۔ اندھیرے کے لئے چراغ۔ حفاظت جسم کے لئے کپڑے مرض کے لئے ہزارون
دوائین۔ لکھنا پڑھنا اوسکے لئے دوات وقلم وکاغذ۔ ہندسہ۔ اقلیدس۔ جرثقیل وغیرہ وغیرہ
کچھ تھوڑے ہین۔ کہانتک اُنکی فہرست مرتب کی جائے۔ ایجاد ذرہ کا بھی پہاڑ ہے
اور ایجاد پر قلعے اوٹھانا اور اسکا اضافہ آسان اور لازمی ہے۔ سارے موجد اُون
قوتون کے آلے لیکر اُون قوتون کے بنانے والے سے لڑنے کو کھڑے نہوئے بلکہ
اون قوتون کے ذریعہ سے اُنکے بنانے والے تک قرب و رسائی حاصل کی۔

عقل آج تک ایک چیز کی بھی پیدایش سے عالم مین نہ کچھ اضافہ کرسکی نہ ایک چیز مٹا کر
عالم مین کمی کرسکی۔ یہ تو فقط اس دنیا کا سنگار ہے جس سے اس دنیا کی آرایش اور
زیبایش ہے۔

اور مذہب نام ہے۔ خیال و اعمال کی طہارت۔ قوی اور قدرتون کے استعمال کی صحت
عقل کی صفا اور روح کی پاکی کے ساتھ ہر چیز مین اوسکی حقیقت کی یافت حاصل
کرنے اور حقیقت الحقائق تک رسا ہونیکی راہ کا۔ یہ تو مذہب کا اعلیٰ اور انتہائی مقام ہے
لیکن اسکے ابتدائی مقامات کو بھی مذہب ہی کہنا زیبا ہے۔ وہ ہرگز مذہب سے باہر
نہین۔ غرض مذہب روحانی دنیا ہے۔ اور علم جسمانی اور خیالی یعنی عقلی دنیا۔ اگر صحیح طور پر
غور کیا جائے تو عالم مین یا ہم مین دو طرح کی چیزین پائی جاتی ہین۔ ایک تو وہ جن کو ہم
سمجھتے ہین اور دوسری وہ جن کو ہم سمجھتے نہین مگر پاتے ہین۔ جس طرح سمجھ مین آنیوالی
چیزون کے سمجھنے کے لیے عقل ہے اور ذریعہ حواس و تفکر اوسی طرح نہ سمجھ مین آنیوالی

چیزون کے ادراک کے لیے روح ہے۔ اور ذریعہ جوش و جذبات عقل و روح یہ دو چیزین انسان مین پائی جاتی ہین۔ ایک سمجھ کے لئے دوسری ادراک کے لئے اور دونون کیلئے دو طرح کے آلے بھی دے گئے ہین۔ ایک تو وہ جو کسی قدر سمجھ کی وسعت مین آتا ہے۔ اور دوسرا وہ جو سمجھ کی وسعت مین نہین آتا۔ لکڑیون کے کاٹنے کو دوسرے آلے درکار ہوتے ہین۔ اور کوہ کنی کے لیے دوسرے۔ ایک ہی ہتھیار سے تمام کام نہین چلتے جب دو چیزین دو طرح کی انسان کو عطا ہوئین۔ اور انکے لئے دو طرح کے آلے بھی ملے تو اس سے یہ سمجھنا لازم ہے کہ عطا کرنے والے کی مرضی یہ ہے کہ دونون سے کام لو اور دونون خدمتون کو انجام دو۔ اس سے یہ سمجھو کہ عقل کا کام یہ ہے کہ وہ حواس خمسہ کا جال بچھائے اُسے تفکر کی بندشون سے مضبوط کرے اور جسمانی اور دنیاوی مقاصد کے پرند شکار کرے اور راحت و آرام کی ضرورتون سے فارغ البال ہو۔ اور روح کا کام یہ ہے کہ وہ جذبات کی کمند پھینکے۔ محبت و جوش کے زورون چڑھے مطلوب تک رسا ہو۔ اور گوہر یافت سے اپنے دامن بھرے۔

عقل کسی شے کے وجود کو ظہور علل سمجھکر اور اُن علتون کے نام و مدارج بتا کر رک جاتی ہے اور اس رکاوٹ کو انتہا سمجھکر مدعی ہو بیٹھتی ہے کہ مینے سمجھ لیا یہی ہے اور یہی حقیقت ہے۔ اور مذہب عقل کی حقیقت کو بھی معلول ہی سمجھکر اور عقل کی رفتار عاجز دیکھکر روحانی رفتار سے آگے بڑھتا اور حقیقت کو پا لیتا ہے۔ یہ فیوض و برکات وہ ہین جو عقل سے نہین مذہب ہی سے حاصل ہوتے ہین۔

عقل دیکھتی ہو کہ کیون ہو اور مذہب دیکھتا ہو کہ کیا ہو۔ ہوا کیون چلی۔ یہ عقل کا حصہ ہو اور ہوا ہی کیا چیز یہ مذہب کا حصہ ہو وہ طالب سبب ہو اور یہ طالب حقیقت اسلئے وہ سمجھتی ہو

اور یہ یافت حاصل کرتا ہے سمجھ چند علمون کی دریافت کے بعد اپنا عجز اور اپنی جہالت کے علم ہونیکا نام ہے
حقیقت رسی مین سمجھدار اور بے سمجھ دونون کھوٹے ہین اور یافت اُن علمونکی حقیقت تک پہونچنے کا نام ہے جو مقصود اصلی ہے
اس لئے اس راہ مین دونون پاؤن قوی اور دونون بازو پر زور ہونے چاہئین جہانتک
عقل رسا ہو اُس سے کام لو اور جہان یہ عاجز آجائے وہان روحانی طاقت روحانی رفتار
اور روحانی جذبات سے کام لو مقصد نزدیک سے نزدیک ہے مگر چلنا ضروری ولازمی ہے
اب یہ سوال کہ عقل کے ہوتے مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے کم عقلی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ جہان عقل
نہین تھی وہان ضرورت کا نام بھی نہین۔ اور جہان عقل ہے وہین مذہب کی ضرورت تھی تاکہ کوئی اپنی عقل
کی رسائی تک پہونچکر رہ نہ جائے اور غلطی نکرے۔ اور روح وہان سے بقوت مذہبی رسا ہو ورنہ
بیچ دھارے مین اگر رہگیا تو ہلاکی کے سوا چارہ نہین اسی مین بہتیرے ہلاک ہوئے۔
ہان یہ کہنا کہ جب کسی شے کی حقیقت سمجھ مین نہ آئے تو اُسے پانا ہی کیا ضرور ہے تو یہ غلط ہے
جو ضرورت حق کو حق سمجھنے کی ہے وہی ضرورت ہر چیز کی حقیقت پانیکی بھی ہے۔ جو فطرت جویا نہین ہے
اُسے تلاش وتجسس کے لئے ہزار کہو وہ نہین کرینگی اور جو فطرت جویا ہے وہ تلاش وتجسس سے باز
نہین رہنے کی۔ اسلئے مذہب کی ضرورت ہے۔ جو فطرت جویا نہین ہے وہ تقلیداً بھی کسی رہرو
کے پیچھے ہولے گی تو مقصد پالے گی۔ اور جو فطرت جویا ہے اوسے مذہب کی صراط مستقیم پر
چلنے کے سوا چارہ نہین خشکی مین ریل کی ضرورت ہے۔ اور سمندر مین جہاز کی یعنی ایک حد تک
عقل درکار ہے پھر مذہب۔ یہی ضرورت مذہب کی ہے جو فطرتاً پائی جاتی ہے۔ چاہے فطرت
اولی ہو چاہے فطرت ثانیہ۔ مذہب کی ضرورت تو ثابت ہوئی۔ لیکن ازروئے مذہب جو نسبتین
خدا کی طرف ہونی چاہئین وہ فی زماننا نیچر کی طرف کیجاتی ہین۔ اسلئے اسی سلسلۂ کلام
مین آغاز توحید کے قبل نیچر کی نسبت بھی کچھ بیان کردینا ضرور ہے۔

نیچر

نیچر ایک انگریزی لفظ ہے جو مختلف معنون مین بولا جاتا ہے مگر ایسے موقع پر جو بولا جاتا ہے
اُسکے معنی یا تو خدائے خلاق عالم کے ہوتے ہین تو اس صورت مین نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ
جس طرح خدا کو ہنود بھگوان۔ عیسائی گوڈ۔ اور مسلمان اللہ کہتے ہین جو نام ہر کے مذہب
مین ہے۔ فی زماننا جدت پسندی نے یہان تک ترقی کی خدا کا نام بھی جدید طرز پر رکھا
گیا یا حقیقت جامعہ کا نام نیچر رکھا گیا ہے حقیقت جامعہ سے مراد وہ حقیقت ہے جو سب سے پہلے
ظہور پذیر ہوئی۔ اور ساری حقیقتین اوسی حقیقت کے سرچشمے ہین۔ آگے سمجھ کی تنگی کی تو اسی
حقیقت جامعہ کو نیچر یا خدا کہنے لگ گئے۔ کاش یہ دو ایک زینے اور چڑھ جائین اور نیچر
پر بھی وہی نگاہ ڈالین جو اور چیزون پر ڈالی تھی تو یقیناً بول اوٹھینگے کہ بیشک یہ بھی
مخلوق ہے اور اسمین بھی مخلوق ہی کے سے صفات پائے جاتے ہین۔
یا نیچر کے معنی کائنات اور من حیث الکل عالم کے ہین جو نیچر کے یہ معنی لیتے ہین وہ
نیچر کو باہمہ انقلاب قدیم مانتے ہین کہ نیچر کو کسی نے بنایا نہین۔ یون ہی تھا۔ یون ہی ہے
اور یون ہی رہے گا۔ جیسا کہ دہریون کا خیال ہے۔ مگر بے بنائے بنّا۔ یہ تو عالم کے کسی
جزو مین نہین پایا جاتا ہے جس کا ہر جزو بنانے سے بنا ہو وہ کل بے بنائے کس اصول پر
بن سکتا ہے۔ جسکے اجزا متغیر ہون وہ کل متغیر ہے۔ اور جو ہر آن متغیر ہو وہ کس عقل سے
قدیم ہو سکتا ہے۔ کسی کے ہر عضو بدن مین برص یا چیچک کے داغ ہون تو اُسکو اس دعوے
کا حق نہین پہونچتا کہ ہم بے داغ اور دھبہ سے پاک ہین۔ جب بے بنائے بنّا۔ یا قدیم ہونا ان
دونون مفہوم کا پتہ عالم کے کسی چیز سے نہین چلتا۔ یہ مذہب سے جدا یا ہوا خیال و مفہوم ہے

جو الزامی جواب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ الزامی جواب کبھی مسکت ہو سکتا ہے
مگر نہ موصل الی المطلوب ہوتا ہے اور نہ تشفی بخش۔ جو لوگ اس عالم کو نیچر اور قدیم مانتے
ہین انھین بہ مجبوری نیچر کو مجبور محض ماننا پڑیگا۔ انسان تو چند اسباب مجتمع کر کے ایک
تیسری چیز بنا سکتا ہے۔ مگر نیچر ان تغیرات کے ساتھ پایا جاتا ہے اور ایک چیز بھی بنا نہین
سکتا۔ کیونکہ عالم مین جو کچھ ہے وہ نیچر کا جزو ہے اور اپنا جزو کوئی آپ نہین بنا سکتا۔ اس
خیال والون کا یہ کہنا کہ نیچر نے یون کیا اور نیچر نے وون کیا الفاظ بے معنی ہین۔ یہ
کہا جا سکتا ہے کہ نیچر یون ہے۔ ہونا اور ہے اور کرنا اور ہے۔ ایسی صورت مین خلاف
نیچر کوئی چیز نہین ہو سکتی۔ کیونکہ خلاف و موافق سب جزو نیچر بلکہ عین نیچر مانا گیا ہے
اور اگر نیچر کے معنی افعال قدرت کے ہین تو نیچر مخلوق قدرت ہوا اس صورت مین
نیچر خدائے قادر و قیوم کی صفت قدرت کا ظہور مانا گیا اسکے تسلیم مین مذہب کو کوئی عذر
نہین۔ اب مین یہ بھی دکھایا چاہتا ہون کہ سائنس بھی کہان تک ہم کو خدا اور
مذہب سے بے نیاز کر سکتا ہے۔

سائنس

یہ وہ سائنس ہے جسنے ساری دنیا مین دھوم مچا رکھی ہے کہ سائنس مذہب اور اسلام پر حملہ آور ہے۔ اور جسنے سارے مذاہب کے شیرازے ڈھیلے کر دیے ہین۔ مگر غور کی نگاہ ڈالو تو سائنس تمام تر مؤید مذہب نظر آئے گا۔ اختلاف وہین پر نظر آئے گا جہان خود سائنس کا شیرازہ ڈھیلا ہوگا۔

سائنس علتون کو دیکھتا بھالتا ایتھر اور اوسکی حرکت تک پہونچکر رک گیا اگر تھوڑا اور رسا ہوتا تو پا لیتا کہ یہ بھی کسی علت کا معلول ہے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ ایتھر اور اوسکی حرکت ہی تھی اور کوئی وجود نہ تھا۔ دونون قدیم اور لازم ملزوم تھے۔ پھر ایتھر ازل سے بیوجہ لغو اور بیہودہ حرکت کرتا رہا۔ پھر اتفاقاً ایک استعداد اوس مین پیدا ہوئی۔ پھر اتفاقاً قانون کشش آموجود ہوا۔ پھر اتفاقاً اوسکے اجزا جٹ گئے۔ پھر اتفاقاً قانون قدرت تیار ہو گیا پھر اتفاقاً اجزاے ایتھر جٹ جٹا کر روشن ہو گئے۔ یون آفتاب بنا۔ پھر اتفاقاً اوسکے ذرّے اوڑے اور ستارے بنے پھر اتفاقاً سب اپنے اپنے محور پر گھومنے لگے۔ پھر اتفاقاً ان سب کے قواعد بنے۔ پھر اتفاقاً ایک ذرہ اوڑا اور زمین بن گئی۔ پھر اتفاقاً ایتھر کا ایک زلالی مادہ تیار ہو گیا پھر اتفاقاً اوسمین توالد و تناسل کی اور اور مختلف قوتین پیدا ہو گئین۔ پھر اتفاقاً عناصر بنگئے۔ پھر اتفاقاً اُن مین خاصیتین بھی پیدا ہو گئین۔ پھر اتفاقاً اجزاے عالم مین خاصیتین منقسم ہو گئین۔ پھر اتفاقاً بندر پیدا ہوئے۔ پھر اتفاقاً اوسی اصل سے سب سے آخری مخلوق انسان بنا۔ پھر اتفاقاً اوس مین عقل بھی آگئی۔ پھر اتفاقاً اوس مین قدرت

اختیار نمو۔ جوش تمیز اور ارادہ وہ سارے صفات آگئے جو ایتھر مین بھی نہ تھے۔

اتنے اتفاقات تو مانین جائین اور سمجھ مین آئین اور اتفاقاً سمجھ پر پتھر پڑ جائین کہ ایک قادر قیوم خدا نہ مانا جائے۔

اے لوگو۔ کوئی کام بے علت نہین ہوتا اتفاقات کے معنی یہ ہین کہ علت سمجھ مین نہ آئے۔ پھر صاف یہ کیون نہین کہا جاتا کہ سائنس نے بلاشبہ قوت برقی اور قوت مقناطیسی کو تو پالیا ہے جس سے ایجاد مین بہت کچھ اضافہ ہوا مگر کسی چیز کی حقیقت کو نہین سمجھا علت اور چیز ہے اور حقیقت اور۔ جہان علت بھی سمجھ مین نہ آئی امتداد زمانہ کو فرض کر لیا۔ اگر یہی سائنس ہے تو یہ کس طرح مذہب پر حملہ آور ہے کس قوی بنا پر۔؟

اے اہل سائنس حقیقت مین اگر موجودات کی علت ایتھر اور اوسکی حرکت ہے تو یہ مسلم ہے کہ علت اور معلول مین مخالفت نہین ہوسکتی۔ علت قدیم تو معلول بھی قدیم علت حادث تو معلول بھی حادث۔ ورنہ کیونکر ممکن ہے کہ علت ہو اور معلول نہ ہو یا معلول ہو اور علت نہ ہو۔ دونون لازم و ملزوم ہین۔ اسلئے ایتھر مع اپنی حرکت کے قدیم ہے تو معلول یعنی موجودات کا بھی قدیم ہونا لازم ہے۔ اور علم طبقات الارض سے یہ آپکے یہان ثابت ہوچکا ہے کہ حیوانات اور نباتات بلکہ ساری کائنات کا وجود بعد کو ہوا ہے یہ تو سائنس کا بھی مسلہ ہے کہ ایتھر سے اول آفتاب بنا اور آخر انسان اس لئے موجودات تو حادث ہین پھر یہ ایتھر اور اسکی حرکت جس سے تمام موجودات بنے اور سارے قوانین قدرت جو اتفاقاً اضطراراً نہ علے وجہ الضرورت بنے اور ایتھر کی کارگذازیون مین شریک ہوئے کیونکر قدیم تسلیم ہون۔

اگر صرف ایتھر قدیم تسلیم کیا جائے تو کیون وہ اک ازلی اور لاانتہا ہی زمانہ سے

بے وجہ محض لغو بیکار یا اور وحشیانہ حرکت کرتا رہا۔ اگر ایمین استعداد آجانیکی ضرورت تھی تو یہ استعداد فوراً ہی کیون نہ آگئی۔ مزاحم کونسی چیز تھی۔ درانحالیکہ علت اپنے معلول کی مقتضی بھی تھی تو پھر وہ کونسی قوت تھی جسنے اوس استعداد کو آنے اور اس اضطرارانہ مگر عاقلانہ اور حکیمانہ پیدایش سے روکا اور پھر یہ استعداد آئی کہان سے کس قوت کی اجازت سے۔؟

قوانین قدرت۔ قانون کشش استعداد۔ قوت توالد وتناسل روح اور عقل نمو اور ارادہ اختیار اور جر جوش وجذبات جب ایتھر مین نہین تھے نہ بالفعل نہ بالقوہ جو مسلم ہے تو ایتھر سے بھی نہین ہین۔ پھر یہ صفات آئے کہان سے؟ سائنس کے چارون قوانین مین سے قانون قدرت کا تیسرا قانون تنازع بقا یعنی ایک دوسرے کے بقا کو کھائے جاتا ہے جس سے نابود ہوجانے والے نابود ہوجاتے ہین۔ اس قانون کا خود ایتھر کیون پابند نہین۔ وہ کیون نہین سارے موجودات کے بقا کو ہڑپ کر جاتا ہے۔؟

علیٰ ہذا دوسرا قانون۔ فروع مین اصل کی خصوصیتون کا منتقل ہوتا ایتھر کی اصلی صفت یعنی غیر محدود وقدیم ہونا کن رکاوٹون اور کن موانع سے اوس کی کسی فرع مین منتقل نہ ہوئی۔؟

ایتھر جب ان صورتون سے جو اُسکے اجزا نے اختیار کی ہین خالی اور بسیط صورت مین تھا۔ جب بھی اُسکے لئے صورت اور جگہ درکار تھی بے صورت تو ہو ہی نہین سکتا کیونکہ بے صورت کا وجود تو یہ حواس پا ہی نہین سکتے۔ پھر جو صورت اوس ایتھر کی فرض کی جائے گی چاہے وہ بسیط تر ہی صورت کیون نہو مگر جب اوس نے

بہتیری صورتین اختیار کین اور یہ مشاہدہ ہے کہ وہ زائل ہوتی گئین اور ہر آن زائل ہو رہی ہین تو ضرور اسکی صورت بدلی۔ اور اُس پہلی صورت مین تغیر آیا۔ پھر حادث کسے کہتے ہین یہی تو معنی حدوث کے ہین۔ ؟ جسے سائنس خود تسلیم کرتا ہے۔

جب ایتھر اور اُسکی حرکت کا حدوث ثابت ہو چکا۔ تو سائنس یہ بھی تسلیم نہین کرسکتا کہ کوئی فعل بے فاعل ہو۔ اسکے تسلیم کے بعد بھی سائنس کی رفتار ایتھر سے آگے چلنے سے مستعفی ہوئی اور آدھی راہ مین رہگئی ابھی تجسس کی رفتار باقی ہے۔ مگر سائنس اسکی تشفی کر دینے سے عاجز ہے۔ پھر نظم عالم جو اُسنے قرار دیا ہے جس مین معلول بے علت محض اتفاقیہ تسلیم ہوئے ہین اوسپر وثوق کی کیا صورت ہے۔ ؟

پھر ایتھر کی سی مہتم بالشان چیز کے بنانے والے مین کیا کیا صفات ضروری اور لازمی ہونی چاہئین عقل کا اقتضا یہ ہے کہ قدرت و اختیار علم اور ارادہ بلکہ وہ سارے صفات جو ایتھر اور اسکی فروع یعنی موجودات مین پائے جائین وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور بسیط سے بسیط تر کیفیت کے ساتھ اوس مین ہون۔ پھر ایسا پیدا کرنے والا اگر ایک نہو کئی ہون تو پیدا کرنے مین موافقت ہوگی یا مخالفت ہوگی یا مشارکت ہوگی۔ اگر موافقت مانی جائے اور ایسی کہ اُسمین دوئی کو مدخل نہو تو تعدد نہ رہا وحدانیت ثابت ہوئی۔ اگر تعدد اور مخالفت تسلیم کیجائے تو یہ نہین ہو سکتا اس صورت مین تو نظم عالم ہی درہم برہم ہو جاتا۔ ایک بناتا ایک بگاڑتا اور اسلئے عالم کا یہ رنگ ہی نہ ہوتا۔ اور اگر مشارکت تسلیم کیجائے تو ایک دوسرے کا محتاج ہو جائیگا۔ اور یہ دلیل عجز ہوگی اور عقل پہلے ہی قدرت اوس مین تسلیم کر چکی ہے اور پھر اگر وہ عاجز مانا بھی جائے تو عاجز سے قدرت کا ظہور جو عالم مین پایا جاتا ہے خلاف عقل ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سائنس علتوں کو ڈھونڈھتا ہے۔ اور مذہب حقائق کو۔ اس سے انکشاف تام اور دریافت حقیقی حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی سے معلول کی علتین اور قوتوں کی دریافت ہوتی ہے۔ اسلئے اس سے اور مذہب سے تخالف نہین دو روشنی ہے ایک عقل کی ایک روح کی سائنس مخلوق کے زینے طے کرتا ہے اور اس طرح اوپر تک پہونچکر رک جاتا ہے۔ اور مذہب روحانی قوت سے پہلے خالق تک رسا ہوتا ہے کہ خالق ہی تھا مخلوق تو تھی نہین اسلئے مخلوق سے فائق ہو جاتا ہے۔ پھر خالق نے جس جس طرح بنایا اوسی طرح اوترتا ہوا انسان تک جو آخری مخلوق ہے پہونچ جاتا ہے۔ اور یون ہی بنا مطابق واقعہ بھی ہے۔ نہ یہ کہ مخلوق سے خالق بنا ہو۔

اے اہل سائنس یقین مانو۔ انّ الظّنّ لا یغنی من الحق شیئًا۔ وہم وگمان خدا سے بے نیاز نہین کرسکتے۔ اگر تمنے چند قوتین دریافت کی ہین۔ تو اسے خدارسی کا ذریعہ بناؤ۔ وہ خدا ہی ہے جسنے تمھارے ہاتھ مین جس طرح آب و آتش خاک و باد کو مسخر کر دیا ہے اسی طرح ان قوتون کو بھی تمھارا مسخر کر دیا ہے۔ اوسے ڈھونڈھو جسنے اوپر کو بنایا اور اسے پاؤ جسنے قانون قدرت بنایا اور اوپر کو اوسکا مسخر او محکوم کیا ہے۔

توحید

اول مجھے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ خدا ہے یا نہین اور اوسکے ماننے کی ضرورت کیا ہے
لیکن میری یہ غرض نہین کہ خدا کسی ضرورت سے تسلیم کیا جائے کہ اگر ضرورت مفروضہ
ہو تو خدا بھی فرضی ہو اور اگر ضرورت کا کوئی حصہ فرضی ہو تو اُسی درجہ تک خدا بھی فرضی ہو
اور اگر کوئی ضرورت سے بے نیاز ہو جو ایک اعلیٰ صفت ہے تو اُسکا خدا سے بے نیاز
رہنا بھی اعلیٰ صفت سمجھی جائے بلکہ میری غرض یہ ہے کہ ضرورت ہو یا نہو حقیقت مین دیکھو
کہ خدا ہے یا نہین اگر ہے تو چونکہ وہ خدا ہے اوسکی عبودیت کو تسلیم کرو۔ مخلوق سے خالق
کو پہچانو اور ہر چیز پر نگاہ کرو تو پتہ چل جائے گا۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ

نمبر ۱ ہر چیز پہچانی جاتی ہے اپنے صفات سے یہی ہم دیکھتے ہین اور یہی مثال
ہماری آنکھون کے سامنے ہے اسلئے خدا بھی پہچانا جائیگا اپنے صفات ہی سے جس چیز
کو دیکھو وہ مجموعۂ صفات ہی نظر آتی ہے لیکن جتنی صفتین ہین سب محدود صورت مین
ہین کمی اور بیشی بہین نظر آتی۔ ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کہین کوئی صفت محض
ہی کم پائی جانے اور کہین وہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ مین۔ پھر ایک درجہ اُسکا ایسا ضرور
ماننا پڑیگا جس سے اعلیٰ کوئی درجہ نہو گویا اوس صفت کا وہ معدن ٹھہرا جیسے دریا اور
اسکے شعبے ایسا ہی ہر اک صفت کا کوئی معدن ضرور ہے مگر جس طرح ہم عالم مین دیکھتے
ہین کہ چند صفتون کا ترکیب اگر ہے تو کسی ذات مین ہے اوسی طرح یہ بھی ماننا پڑتا ہو کہ

صفات کے سارے معدن بھی ضرور کسی ذات مین ہین چونکہ ہر چیز مین ہر صفت محض محدود
اور مرکب صورت مین نظر آتی ہے اسلئے اسے صفت مرکب محدود سمجھنا چاہئے اور اوس
صفت کے معدن کو صفت بسیط۔ چونکہ دریا قطرہ کے احاطہ مین نہین آسکتا اس لئے
صفات مرکب محدود صفات بسیط کا احاطہ نہین کرسکتے اور یہ صفات بسیط کے غیر محدود
ہونے کی کافی شہادت ہے جو مبدا و منتہائے صفات مرکبہ ہین۔ اسلئے محدود صفات
صفات بسیط کے کیف و کم سے سوائے اسکے کہ ایک حس یا ایک یافت حاصل کرے
اور کیا بیان کرسکتے ہین اس سے یہ سمجھا گیا کہ خدا نام ہے اوس ذات کا جو معدن صفات
بسیط غیر محدود ہے اور مخلوق نام ہے اوس ظہور کا جسے چند محدود صفتون کے ترکیب نے
ممیز کیا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ٥ بینائی اوسکا
احاطہ نہین کرسکتی۔ بلکہ وہ بینائی کو محیط ہے۔

نمبر ۲ کائنات اور کائنات کی ساری چیزین صاف کہہ رہی ہین کہ ہم مین
ترکیب ہے انتظام ہے اور باہم سخت سے سخت تعلقات وابستہ ہین۔ یہ مشاہدہ بین دلیل
اس بات کی ہے کہ یہ چیزین اپنے آپ نہین بنین اپنے آپ منتظم نہین ہوئین۔ اپنے آپ اپنے
تعلقات کو باہم وابستہ نہین کیا۔ بلکہ کسی نے بنایا اور جس نے بنایا اوس نے منتظم کیا۔
اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات وابستہ کئے کوئی آب ودانہ کا محتاج ہے تو
آب ودانہ ہوا۔ حرارت شمسی۔ اور حرارت ارضی کا محتاج ہے کوئی زمین کی اندرونی و بیرونی
قوتون کا محتاج ہے تو یہ قوتین آپسکی آمیزش اور علیحدگی کی محتاج ہین کوئی باہمی دوری کا
محتاج ہے۔ تو کوئی باہمی کشش کا محتاج ہے جس طرح سب چیزین اپنے حیرت افزا وجود
اور اپنے منتظم اور مضبوط قانون کی نعمتون سے مالامال ہین اوسی طرح اپنے احتیاج کی

ضرورتون کی محتاج ہین فطرت اسکی کوئی مثال نہین دے سکتی کہ کوئی چیز آپ سے آپ بنی ہو۔ آپ سے آپ منتظم ہوئی ہو اور آپ سے آپ محتاج بن بیٹھی ہو۔ اسلیے ہر ایک شے کا بلکہ فطرت کا بھی کوئی خالق اور منتظم ماننا پڑے گا۔ یہ ساری چیزین خالق کی گواہ اور اپنے بنانے والے اور منتظم کرنیوالے کی خبر دیتی ہین۔ ساتھ ہی اسکے اسکی بھی کہ سب کا خالق اور منتظم ایک ہی ہے متعدد ہو نہین سکتا۔ کیونکہ جب کوئی چیز آپ سے آپ نہین بنی تو کائنات بھی آپ سے آپ نہین بنی۔ پھر ایک کائنات کا بنانیوالا دو ہو یہ ممکن نہین۔ جس طرح ایک فعل کا دو فاعل ہونا ممکن نہین۔ اسی طرح نظم و انتظام کائنات بھی ایک فعل ہے اس کا بھی دو فاعل نہین ہو سکتا۔ اوسی طرح کائنات کے ہر افراد کا جو باہم تعلق پایا جاتا ہو یہ ایک تعلق کا لگاؤ دینا بھی ایک ہی کا کام ہے۔ اب یہ کائنات جو ہستی کی صورت مین نظر آتی ہو۔ اسکو ہستی کی صورت دینی اسمین نظم و انتظام کرنا۔ اسمین ایک دوسرے سے لگاؤ پیدا کرنا یہ سب اور علیٰ ہذا سارا ظہور ایک صفت خلاقی کا ایک ہی فعل ہے یعنی عدم سے ظہور مین لانا پھر یہ ایک فعل دو فاعل کا نہین ہو سکتا۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا بالفرض اگر ایک فعل کے دو فاعل سمجھے بھی جائین تو کونسا امر دو سمجھنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس صورت مین دونون فاعل ایک دوسرے کے محتاج سمجھے جائین گے لیکن فطرت مین ہم قدرت پاتے ہین اور محتاج و عاجز قدرت نہین پیدا کر سکتا اسلیے ضرور ہے کہ قدرت کا پیدا کرنے والا عاجز نہو محتاج نہو اور اسکا فعل بلا احتیاج شرکت ہو۔

نمبر ۳ اس عالم مین جتنی چیزین ہین سب متحرک ہین کوئی اپنے محور مین ہے کوئی کسی کے گرد ہے۔ کوئی آپ اپنی حرکت سے ہے کوئی دوسری کی حرکت سے ہے

مثلاً زمین کے ساتھ اُسکے سارے اجزا کا متحرک ہونا۔ دیکھنے مین آئے یا نہ آئے مگر حرکت سے کوئی ایک ذرہ بھی خالی نہین ہے۔ ہر چیز حرکت اور گردش مین ہے پھر سکون کے معنے یہ ہین کہ حرکت دیکھی نہ جائے اور محسوس نہو اسی اصول پر زمین ساکن ہے ورنہ سکون تو کہین بھی پایا نہین جاتا۔ پھر یہ کائنات کا حرکت مین ہونا۔ یا زمین کا بہ یک وقت تین تین حرکتون مین ہونا کیا بغیر کسی محرک کے ہے۔ کیا فطرت اس کی مقتضی ہے کہ حرکت بے محرک ہو۔ کیا عقل سلیم اسے تسلیم کر سکتی ہے کہ دھوان ہو اور آگ نہو۔ پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کائنات کی یہ ساری گردشین جو کسی مضبوط اصول اور مستحکم قواعد پر ہین اور جس سے عالم کا سارا نشو و نما اور ساری نیرنگیان ہین بے کسی محرک کے ہو نہین سکتین اوسی محرک کو فعال لما یرید کے دعوے کا حق پہونچتا ہے۔ یہ دعویٰ اُسی کو زیبا ہے نہ اس چیز کو جو حرکت مین ہے اُس محرک کا پتہ ہر حرکت سے چلتا ہے اور ہر ایک شے سے جو حرکت مین ہے یہ بین ثبوت اس کا بھی ہے کہ محرک کبھی دو ہو نہین سکتا کیونکہ ہر ایک چیز مین ایک ہی طرح کی حرکت پائی جاتی ہے۔ گو مختلف السمت ہے مگر مختلف الاوضاع نہین۔ دوسرے طرز اور دوسری شان کی حرکت کا تو وجود ہی خیال مین نہین آتا اور پایا جانا تو کجا۔ پھر ایک حرکت کا پیدا کرنیوالا دو ہو یہ کسی اصول سے صحیح ہو نہین سکتا اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ایک ہی محرک کی ایک ہی حرکت ہے جو ہر اشیاء اور ہر ظہور مین ہے جس نے پیدا کیا جسنے بنایا قدرت اور دسترسی کا وُہی مستحق بھی ہے۔ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید ؁

نمبر ۴ یہ عالم اور اسکی ساری چیزین سب اسی کی مدعی ہین کہ ہم ہین

یہ کسی کا دعویٰ نہین کہ ہم تھے یا ہم رہین گے اس دعوے کی وجہ نہ دلیل ۔ اس کے یقین دلانے کی نہ کوئی صورت ہے نہ قرینہ ۔ دعوی بے دلیل ہو بھی تو باطل ہے اسلئے جو کچھ دعویٰ ہے وہ یہی ہے کہ ہم ہین یہ ہین " توصفات کی طرح بدلتا رہا بہتیرے ہین کے مدعی آج نہین ہین مگر یہ ہم ہے کہ ذات کی طرح سب مین ہے ۔

کیا آسمان کیا زمین کیا جمادات ۔ کیا نباتات کیا حیوان ۔ کیا انسان کیا مجسم اشیاء کیا غیر مجسم اشیا ۔ کیا خیالی دنیا ۔ کیا کیفیاتی دنیا ۔ سب زبان حال سے اسیقدر کہہ رہے ہین کہ ہم ہین سب مین ایک ہم ہے ظاہر سے ظاہر بھی چھپا سے چھپا بھی جس مین نہ کوئی زمانہ پایا جاتا ہے اور جسکی نہ کوئی حد پائی جاتی ہے ۔ جس مین نہ کسی طرح کا تبدل آتا ہے نہ کسی طرح کا تغیر ہی ۔ اگر ہر ایک کا ہم جدا جدا اور مختلف ہو تو اختلاف کی کوئی چیز نہین پائی جاتی ہے اسلئے یہ ناگزیر ماننا پڑے گا کہ ایک ہم ہی جو مختلف زمانون مین ایک طرح پایا جاتا ہے جسکی شانین تو بدلتی رہتی ہین کہ ہم تھے یا ہم نہ تھے ہم ہونگے یا ہم نہ ہونگے ۔ مگر اس طرح کہ اُس ہم مین کچھ فرق نہین آتا ۔ اب یہ سوچو کہ وہ کون سا ایک ہم ہے جو سب کی زبان سے گویا ہے ۔ وہ کون سا ایک ہم ہی جو وجود کے مختلف لباس مین جلوہ آرا ہے ۔ ہر کوئی یہی کہتا ہے کہ ہمارا جسم ہماری روح یہ ہم سمجھنے کی چیز ہے پھر جس طرح ہم اپنے کو ہم کہتے ہین اُسی طرح یہ عالم من حیث الکل اپنے کو ہم کہتا ہے ۔ کیا معنے کہ جس طرح وہ ایک ہم ہماری صورت مین جلوہ گر ہے اُسی طرح وہی ایک ہم عالم کی صورت مین جلوہ گر ہے ۔ پھر جس طرح ہماری صورت اُس ایک ہم کا ایک لباس ہے اُسی طرح سارا عالم اوس ایک ہم کا ایک لباس ہے ۔ لباس ہزار بدلے لیکن وہ ایک ہم ہے کہ نہین بدلتا

اور نہین بدل سکتا ہے جیسے آفتاب چاہے قطرے مین دکھائی دے چاہے دریا مین چاہے رنگین شیشہ سے چاہے بیرنگ شیشہ سے کیفیات مین فرق ہوگا۔ مگر آفتاب مین کوئی فرق نہین آتا پھر وہ ہم کیا ہے جو آفتاب کی طرح ہر صورت مین تابندہ ہے اُسے ڈھونڈھو۔ اُسے پاؤ جسے پاسکتے ہو گرچہ دیکھ نہین سکتے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

نمبر ۵۔ جس چیز کو دیکھو اُسمین دو چیزین پائی جائینگی ایک اُسکا وجود دوسرے اوس کا ظہور۔ یعنی ایک اُسکا ہونا۔ دوسرے اُسکا صفات سے متصف ہونا جس سے وہ پہچانی جائے۔ وجود غیر متغیر ہے اور اپنے بسیط صفات کے ساتھ ہے۔ اور ظہور متغیر ہے ہر آن بدلتا رہتا ہے۔ مثلاً انسان کا ہونا بذاتہٖ ہونا یہ ہر حال مین یکسان ہے کہ وہ ہے لیکن وہ پیدا ہوا۔ جوان ہوا۔ بوڑھا ہوا۔ مرگیا۔ درخت اوگے بڑھے پھولے پھلے پھر ایک دن سوکھے سڑے غائب ہو گئے اُسکے صفات یعنی اُسکا ظہور ہر آن بدلتا رہا۔ وجود جسنے ظہور کیا تھا وہ اُس صورت مین بھی تھا۔ اور آنکھون سے اوجھل ہو جانے کی صورت مین بھی ہے چاہے کسی شکل مین یا کسی عالم مین ہو۔ اور ظہور ہر آن تغیر کی حالت مین ہے چاہے وہ غیر متغیر ظاہرا دکھائی دے۔ وجود بہرحال اپنی حالت پر رہتا اور کبھی معدوم نہین ہوتا۔ کیونکہ عدم کا وجود پایا نہین جاتا۔ جس طرح دو خدا کا وجود پایا نہین جاتا۔ عدم محض کی تو گنجائش ہی نہین اُسی ایک وجود کی دو شانین ہین۔ وجود نما۔ اور عدم نما۔ وجود ہی تھا وجود ہی ہے وجود ہی رہے گا۔ پھر یہ سارا ظہور جو ایک ایک کرکے بدلتا جاتا ہے اگر اسے ایک دم سے غائب سمجھو تو رہجائے گا۔ صرف

ایک وجود اگر یہ سارے ظہور جو اپنی رفتار سے غائب ہوتے ہی جاتے ہین تھوڑی دیر کیلئے فرض کرو کہ ایک دم غائب ہو گئے۔ پھر جو کچھ بھی ظہور کا شمہ پایا جاتا ہے وہ بھی متغیر ہے۔ اُسے بھی غائب ہونے دو اُس کے بعد صرف ایک وجود کا ایقان رہ جائیگا کہ ہے۔ کیا ہے کیونکر ہے کس طرح ہے۔ کوئی بیان اسکے لئے کافی نہوگا ہونا اور چیز ہے اور کسی چیز کا ہونا اور چیز ہے۔ اگر کسی چیز کو کہو کہ ہے تو وہ چیز متعدد ہو سکتی ہے لیکن یہ ہے متعدد نہین ہو سکتا۔ پھر وہ کون سی ذات ہے جو ہر زمانہ مین ہر حال مین ہر ظہور مین ہر بطون مین ہے۔ اِنَّ فِی ذَالِکَ لَآیٰتٍ

نمبر ۵ ہر ایک شے جس پر نگاہ پڑتی ہے وہ اسی کی مدعی ہے کہ میری صورت کچھ اور ہے اور میری حقیقت کچھ اور۔ صورت پر خیال کرو تو یہ چند اسباب کے ترکیب کی صورت اجتماعی ہے۔ اگر صرف یہی مان لیا جائے اور حقیقت سے چشم پوشی کی جائے تو جو صفات اسباب مین پائے جائین گے اُن کی ترکیب سے گرچہ ایک تیسری صورت نظر آئے گی مگر اُن صفات کے اندر ہی ہو گی۔ تیل پانی کو ملاؤ تو ہاتھی نہ بن جائے گا اُس مین تعقل نہ آئے گا۔ اب فطرت سے جو علتین اکٹھا ہوئین اور اُن سے جو چیز پیدا ہوئی اوس مین اگر بہتیرے ایسے صفات پائے جائین جو اُن علتون مین نہ تھے تو آئے کہان سے ترکیب عناصری سے جو مخلوق بنی اُسمین اُنھین صفات کا پایا جانا لازم ہے جو ظاہر یا پوشیدہ عناصر مین ہون اور جب بہتیری قوتین اُس مین مضمر پائی جاتی ہین تو یہ مجبور کرتی ہین کہ اُنکی حقیقت کی طرف توجہ کی جائے کہ یہ آئین کہان سے۔ عناصر مین نہ تعقل ہے نہ اختیار

او رعلیٰ ہذا بہتیرے صفات پھر انکین ہزار ملاؤ یہ مستزاد کیفیات نہین آسکتین۔ اگر کہین مستزاد کیفیات پائی جاتی ہین اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تیسری حقیقت بھی ہے جوان کیفیات اور ان صفات کا معدن ہے۔ پھر جس طرح عناصری مخلوق (اگر اُسکی علتون کی طرف توجہ کی جائے تو) سمٹ کر عناصر مین آئے گی اوسی طرح یہ سارا عالم اور یہ سارے حقائق سمٹ کر اُس حقیقت مین آئینگے جسے مین حقیقت جامعہ کہون گا پھر حقیقت جامعہ ایک ایسا مرکز ہے جو اپنے کل حقائق کے دائرون کا مرکز نظر آتی ہے۔ حقیقت جامعہ کا پتا تو لگا مگر یہ بھی مجمع صفات ہی نظر آتی ہے اور صفات نہین پائی جاتے ہین مگر ذات مین۔ اس لئے حقیقت جامعہ بھی اپنی ذات سے آگاہ کرتی اور اپنے بنانے والے کا نشان دیتی ہے۔ گویا حقیقت جامعہ ایک فاعل کا ایک فعل ہے اور سارے حقائق کے دائرے اسی حقیقت جامعہ کے ظہور ہین۔ غرض سارے حقائق سے حقیقت جامعہ کو پاؤ اور حقیقت جامعہ کے روزن سے دیکھو تو اُس خلاق مطلق کا پتہ لگ جائیگا۔ جس طرف مذہب بُلاتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ٥

نمبر ۷ جس چیز کو دیکھو یہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ اُسکے سارے کرشمے اُسکی روح کے ہین۔ کہ جب تک یہ اُسمین جلوہ آرا نہو وہ چیز وہ چیز نہین ہوسکتی جمادات مین جمادی روح۔ نباتات مین نباتی روح حیوان مین حیوانی روح۔ اور انسان مین انسانی روح۔ اب یہ روح کیا ہے اگر اجتماع اسباب کا نتیجہ ہے تو اسباب مجتمع کر دیکھو اگر اُسکا فوٹو بھی نہ اوتر سکے تو علتون کے سمجھنے اور نامزد کرنے کی صحت پر کوئی دلیل نہین ہوسکتی یہ تجربہ کافی شہادت دیگا۔ کہ اجتماع اسباب کے کرشمے

روح سے ہین نہ کہ روح اجتماع اسباب کا کرشمہ ہے حقیقت ہین روح اک عجیب پوشیدہ ظاہر شے ہے کہ پوشیدہ سے پوشیدہ اور ظاہر سے ظاہر ہے۔ اُس پر بھی نہین کھلتی کہ ہے کیا۔ اگر اسے کسی طرح کی قوت کہو تو کہہ سکتے ہو۔ کیونکہ قوت کے معنی ہی یہ ہین اور قوت اُسی کو کہتے ہین کہ اُسکی طاقت تو دیکھی جائے مگر وہ سمجھ مین نہ آئے سمجھ سے پرے ہو۔ پھر اسے روح کہو یا قوت بات ایک ہے یہ غلطی عام ہے کہ لوگ ایسی شے کو قوت کہکر الگ ہو جاتے ہین اور سمجھنے لگتے ہین۔ کہ ہم سمجھ گئے بہرکیف چاہے روح سمجھ مین آئے نہ آئے باوجود اسکے بھی یہی چیز فکر طلب ہے۔ اگر اپنی ہی روح پر ذرا ڈوب کر توجہ کرو تو اس پردہ سے سے جھلک تمھین نظر آئے گی۔ وہ پکار اُٹھیگی دع نفسک وتعال اس برقعہ کو ہٹاؤ اور مقصود کو پاؤ۔ چونکہ روح نظارہ باز حقیقت کے لئے اک مجلّی آئینہ ہے جس مین حقیقت دکھائی دیتی ہے اسلئے مذہب نے ادھر متوجہ کیا اور پوری طرح متوجہ کیا مگر چونکہ یہ سمجھ سے پرے ہے اسلئے مذہب نے اسکا سمجھانا بے نتیجہ سمجھا بہرحال یہ دکھائی دے نہ دے مگر مذہب کی یافت جسکی بحث مین اوپر کر آیا ہون اسے پاسکتی ہے۔ اُسی مذہبی رفتار سے اسے پاؤ تو تمھین خدا کی دلیل ملے نہ ملے مگر اُسکی یافت حاصل ہو جائے گی جو دلیل سے اعلیٰ تر ہے۔

جس طرح تمھین کم سے کم اپنی جان کا یقین ہے اُسی طرح تمھین جان جان کا یقین حاصل ہو جائیگا اور تم دیکھ لوگے کہ حقیقت مین دریا مین کوئی خورشید جلوہ آرا نہین یہ خورشید آسمانی کی تصویر اور عکس ہے جسکا جلوہ اس چمک دمک کے ساتھ دکھائی دیتا ہے اگر تمنے اُس آفتاب عالمتاب کو پالیا تو مراد کو پہونچ گئے۔ کیا عکس" آفتاب سے تم آفتاب کو نہین پہچانتے اُسی طرح کیا اپنی جان سے تم جان جان کو نہین پاتے ہر چیز کسی نہ

کسی طرح کی جان دار ہے۔ اور ہر جان اپنی جان جان کی شہادت دیتی ہے کیا اتنی شہادتو نپر بھی تمھین خدا پر یقین نہین آتا۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ۔

نمبر ۸ جہان دیکھو ہر چیز مین آگ اور پانی یکجا ہین۔ ہر چیز اجتماع ضدین کی مثال ہے۔ جبر و اختیار کو خیال کرو۔ ہر جاندار اک حد تک مختار بھی دکھائی دیتا ہے اور ایک حد تک مجبور بھی نہ کسی کی قدرت ہے کہ اختیار کو چھینے اور نہ کسی کا اختیار ہے کہ اس جبر کی حد بندی کو توڑے۔ انسان غبارے ایجاد کرے مگر پرواز نہین ہو سکتا ہزار گہرے کنوئین کھودے مگر اس کرہ کی دوسری سطح نہین پا سکتا۔ لاکھ معالجے ایجاد کرے لیکن موت سے نہین بچ سکتا۔ ہزار قوت قدرت حاصل کرے تو بھی اپنی فطرتی ضرورتون سے ہرگز بے نیاز نہین ہو سکتا یون کھر کی چوحدیون مین جو چاہے وہ کرے اپنی زبان سے جو چاہے کہے۔ ہزار تعلیون کا پہاڑ کھڑا کرے مگر نہ زمین کو پھاڑ سکتا نہ پہاڑ کے طول کو پہونچ سکتا ہے۔ جب فطرت کا ہر جزو بلکہ اوس کا جزو اعظم انسان اتنا مجبور ہے۔ تو اس فطرت کو مجبور کس نے کیا؟ اسکی حد بندی کس نے کی؟ فطرت اگر فانی اور مخلوق نہین ہے تو کیون نہین وہ آزادی حاصل کرتی۔ ؟ کیونکہ اُسکا کوئی جزو آزاد نہین ہے اور اس لئے وہ خود بھی آزاد نہین ہے افسوس ہو اے خدا کے بندو! فطرت کی یہ بیّن شہادت ہے کہ وہ مجبور ہے اور مخلوق ہو اور تم اُسی کے پروانے ہو رہے ہو اُسکو اُسکے بنانے والے نے سوا اسکے کہ وہ اپنی ضرورتون سے فارغ البال ہو اُسے مجبور بنایا ہے۔ پھر اے مجبور انسان! کیا تو اپنے جبر سے اُس مختار کو نہین پہچانتا جسنے تجھے مجبور کیا ہے اور جسنے تجھے اتنا بھر اختیار بھی دیا ہے۔ کہ تو اُس اختیار سے اُوس مختار کو پہچانے اور خالق

کی عظمت وجلالت کے نور سے دل ودماغ روشن کرے۔ کیا جبر واختیار کی حد بندی آپ سے آپ قائم ہوگئی اور ایسی مضبوط کہ نیچر ہزار چاہے کہ اسے توڑے اور اپنی پرواز بلند کرے مگر وہ مجبور رہے ہے۔ پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس نے نیچر کا ایسا دلکش باغ لگایا اسکی چہار دیواری کھینچی جسمین جبر واختیار کی روشین آراستہ کین وہ خدا ہی ہے۔

وہ خدا ہی ہے جو ان سر رشتون کو توڑے نہ توڑے مگر توڑ سکتا ہے پھر قدرت اختیار اُسکے لئے زیبا ہے نہ کسی اور کے لئے۔ اُسکے سوا قدرت کامل اور اختیار تام کا کہین پتہ ونشان نہین ملتا اور نہ مل سکتا ہے اوسی نے اپنی قدرت کاملہ سے سب کو بنایا اور سب کا اندازہ قائم کیا۔ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ترجمہ کل چیزون کو اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

نمبر ۹ یہ آسمان جو دیکھا جاتا ہے کہ ہے اور بدیہی ہے یہ کیا ہے کچھ ہے تو ضرور جب آنکھون مین اسکا عکس آتا اور دکھائی دیتا ہے۔ اگر ہوا ہے تو پاس کی مکدر ہوا با وجود شمول اجزاے ارضیہ کے دکھائی نہین دیتی پھر یہ اوپر کی لطیف ہوا کیون دکھائی دیگی۔ اگر خلاے محض ہے تو عدم کی طرح خلاے محض کہین پایا نہین جاتا۔ اگر حد نظر ہے جو فلسفۂ جدیدہ کی تحقیق اور اسٹرانومی کی غایت رسائی ہے۔ جب بھی یہ نیلا نیلا رنگ جو دکھائی دیتا ہے ہوا کا کہا جائیگا لیکن ہوا تمام نیلی اور کروی شکل کی نہین دکھائی دیتی۔ ہان پہاڑ ہی اپنی عظمت وشان سے آسمان کے عقدۂ لاینحل کو کھول سکتا ہے کیونکہ پہاڑ ہی اس دنیا مین ہے جو بلحاظ اپنی بلندی کے آسمان سے باتین کرتا ہے۔ پہاڑ کو جب قریب تر آنکھون سے دیکھو تو وہ نیلا نہین دکھائی دیتا اور

جتنا دور جاؤ وہ نیلا آسمانی رنگ کا دکھائی دیگا۔ اور وہ نیلی چیز اُسی شکل وصورت کی دکھائی دے گی جس طرح کا پہاڑ ہوگا۔ پہاڑ پر جاؤ۔ اور اس مسئلہ کا امتحان کرو۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب ہوا کے پرے کوئی مجسم مادّی چیز ہوگی۔ تب ہوا نیلے رنگ کی دکھائی دے گی ورنہ نہین۔ اسی طرح آسمان کی طرف جب ہوا نیلے رنگ کی اور بشکل کرہ دکھائی دیتی ہے تو یہ بین دلیل ہے کہ ضرور اس ہوا کے پرے کوئی مجسم مادی چیز بشکل کرہ ہے جو آسمان اول اور اس دنیا کا آسمان ہے جسکے نیچے ستارون کے کرے ایتھر مین ڈوبے ہوئے ایک دوسرے کی کشش پر قندیل کی طرح لٹکتے اور درخشان ہین پھر وہ آسمان ہے کہان۔ ؟ مذہب کا دعویٰ ہے کہ پانچ سو برس کی آسمانی راہ پر ہے یعنی نظر یا روشنی کی راہ جو دنیوی اٹھارہ کرور برس کی راہ ہے اور اس روشن زمانہ کی اسٹرانومی تیس ہزار برس دنیوی راہ کی رفتار کی مدعی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بہتیرے سیارے جو کبھی دکھائی دیتے اور کبھی نہین دکھائی دیتے ہین وہ کبھی اسٹرانومی کی پرواز کے اندر آجاتے ہین اور کبھی باہر چلے جاتے ہین پھر اس پرواز پر اسٹرانومی کیا دریافت کرسکتی کیا مدعی ہوسکتی اور کس اصول پر آسمان سے انکار کرسکتی ہے اگر اتنی قوی دوربین ابتک نہین بن سکی ہے کہ ستارون کا عالم طے ہوسکے جیسا کہ یہ کہکشان اپنے روشن اجسام کے سبب پرواز آگے نہین بڑھنے دیتے گویا رجوماً للشیاطین ہین۔ پھر کس اصول پر اُس آسمان سے جسکی شہادت پہاڑ سے ملتی ہے اسٹرونمی کو انکار کا حق حاصل ہوا ہے)۔ پہاڑ جیسے آسمان کا ثبوت دیتا ہے اُسکا اُٹھنا پہاڑ ہے۔ پھر اوس آسمان کی بلندی اُسکی وسعت کیا عقل وسمجھ اُسے ناپ سکتی ہے۔ یا اتنی بڑی وسعت کا بیجان دبے جاندار ہونا خیال مین لاسکتی ہے کیا اُسکی مخلوق کی نسبت عقل کوئی اندازہ یا تھاہ پاسکتی ہے ؟ ہرگز نہین پھر جب آسمان اول ثابت

ہوگیا تو اور آسمانون کے دعوے سے انکار کی کوئی وجہ نہین ہے۔ یہ سات آسمان تہ بتہہ پانچ پانچ سو برس کی راہ پر بیضاوی بہ شکل کرہ ہین۔ اور یہ زمین بیچ مین بمنزلہ مرکز قائم ہے۔ اور کشش آسمانی سے محفوظ۔ چونکہ اپنی کشش کا اثر اپنے آپ پر نہین ہوتا یہ مسلم مسئلہ ہے۔ اب کرہ زمین پر جہان کہین کوئی کھڑا ہو تو یہ زمین کرہ آسمانی کو دو برابر حصون مین تقسیم کرتی ہوئی دکھائی دیگی نصف سات اوپر اور نصف سات نیچے۔ اوپر کے طبقے سات آسمان ہین اور نیچے کے طبقے سات زمینین۔ آسمان کے معنے بھی اوپر کے ہین اور زمین کے معنی برخلاف اسکے نیچے کے پھر یہ زمین جو مرکز ہے اور انسان کا مسکن یہ باعتبار اسکے کہ جھولا جھولنے والے کے نیچے زمین کہی جائے گی اور جھولا شمار مین نہ آئیگا یہ زمین بھی شمار مین داخل نہو گی اور اس اعتبار سے جب زمین بولی جائیگی تو زمین کے وہ سات طبقے مراد ہون گے اور باعتبار اسکے کہ جھولنے والے کے نیچے جھولا کہا جائیگا یہ زمین شمار مین داخل ہو گی۔ قرآن مجید مین سمٰوٰت کا لفظ تو بہتیری جگہ آیا ہے جو صیغہ جمع ہے مگر ارض کا لفظ کہین جمع نہین آیا جسکے معنی یہ ہین کہ آسمان تو سات ہین اور زمین ایک صرف ایک جگہ ہے۔ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ تو اسکے یہ معنی نہین کہ زمینین بھی سات ہین بلکہ اسکے معنی یہ ہین کہ زمین کو ہمنے آسمان کے مثل بنایا یعنی آسمان کو زمین پر قیاس کر لو کہ وہ بھی کروی شکل کے ٹھوس مجسم کرے ہین۔ مذہب نے تیرہ سو برس پہلے آسمان زمین کی نسبت بتا دیا ہے۔ اور ہر اعتبار سے سمجھا دیا گیا ہے۔ پھر یہ زمین یہ آسمان۔ آسمان و زمین کے درمیان ہوش ربا طلسم کا دریا جس مین سیارے اور ثوابت آفتاب و ماہتاب بلکہ یہ زمین بھی بلبلے کی طرح ہوا سے ہستی دماغون مین بھرے تیرتے پھرتے ہین۔ کسکی قدرت کاملہ کے کرشمے ہین اور کسکی صنعت کے گلدستے ہین اے فکر بلند۔ اے عقل سلیم۔ کیا قدرت

ہے قدرت والے کی تو نے دیکھی ہے۔ باغ مین طرح طرح کے پھول تو تو نے دیکھے ہون گے
مگر کیا کوئی گلدستہ بغیر بنانے والے کے بھی تو نے دیکھا ہے کیا کیسی کی عظمت و جلالت کی
ہیبت ان نظارہ بازیون سے تیرے دل مین نہین چھا جاتی۔ اور کیا اس پر بھی تیرے
ایمان کی آنکھین نہین کھلتین۔ یَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ۝
نمبر ۱ یہ ماہتاب جو اک صرف شدہ کرہ مانا گیا ہے جس مین آبادی کی نشانیان
بھی پائی جاتی ہین یہ آفتاب جو کرۂ زمین سے کئی کرور گونہ بڑا ہے جسکی تجلی کے آگے
دوربین اور قیاسات جو آجکل یقینیات کے درجہ مین شمار ہوتے ہین ان کی آنکھین
بھی خیرہ ہین۔ وہ بڑے بڑے سیارے جو آفتاب سے بھی کرورون گونہ بڑے ہین۔
ان سے بھی بلندی والے سیارے جن کی روشنی بھی بدو عالم سے آجتک کرہ زمین پر
نہین پہونچی۔ یہ کہکشان جن مین کرورون لاتعد و لاتحصیٰ ستارے ہین پھر ان سے
بھی اوپر ایسے ہی کہکشان اور علیٰ ہذا جہان او ہام کی آنکھین بھی چکاچوند مین پڑی ہین
پھر ان سب کی کشش ان سب کی گردش کشش کی مقدار گردش کا انتظام کہ اگر بال برابر
بھی فرق آجائے تو یہ سارا کچھ تہ و بالا ہو جائے اے انسان کیا یہ تجھے خلاق عالم
اور منتظم حقیقی کا پتا نہین دیتے کیا اُسکی کبریائی کا نور تیری آنکھون کے سامنے نہین
چمکتا۔ اتنی بڑی بڑی مخلوق کے سامنے تیری زمین کی ہستی کیا اور تیرا تو عدم وجود برابر
ہو جاتا ہے کیا انکے اندر کی مخلوق کی نسبت تیری عقل و فہم کا عجز تجھے متنبہ نہین کرتا کہ مخلوق
کی حقیقت سمجھے اور خلاق عالم کو پہچانے کیا تو اندھی دوربین سے آسمان کو ناپنے اور
اپنے ناقص اور محض ناقص سمجھ سے خدا کی خدائی کا جائزہ لینے چلا ہے۔ اے طالب حق!
ہر مخلوق سے خالق کو ہر حرکت سے محرک کو ہر انتظام سے ناظم اور منتظم کو پہچان ہر عجز سے

قدرت کی ہر قدرت سے قادر کی قدر کر۔ ہر جسم مین اُسکی جان کو دیکھ ہر ظاہر سے اوسکے
باطن کو دریافت کر۔ ہر ظہور سے اُسکے وجود کو پا۔ اپنے کو دیکھ اپنی حقیقت مین ڈھونڈھ۔
اس جستجو مین گم ہو اور مطلوب سے جا مل۔ اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ آسمان و زمین کی بناوٹ
اور رات اور دن کے ردّوبدل مین عقلمندون کے سمجھنے کے لئے قدرت خدا کی
بہتیری نشانیان موجود ہین۔

نمبر ۱۱ یہ انقلاب لیل و نہار بھی عجب گورکھ دھندھا ہے اسکو زیادہ وسیع طور
پر خیال کرنے کے لئے لیل و نہار کے معنی اندھیرے اور روشنی کے سمجھو اب سوچو کہ اندھیرا
کیا ہے اور روشنی کیا۔ اگر اندھیرے کے معنی روشنی نہ ہونے کے ہین تو ویسا ہی کہا جاسکتا
ہے۔ کہ روشنی کے معنے اندھیرا نہونیکے ہین جیسے سرد وہ ہے جو گرم نہو اور گرم وہی جو سرد نہو
تو اس سے نہ اندھیرا سمجھ مین آیا نہ روشنی۔ اگر ان دونون پر غور کی نگاہ ڈالو تو تاریکی مین روشنی
نظر آئیگی اور روشنی مین تاریکی یعنی تاریکی بھی ایک تاریک روشنی نظر آئیگی جیسے آفتاب
کی سنہری تو ماہتاب کی سفید۔ گویا اندھیرا اور روشنی یہ دو رنگ کی قندیلین نظر آئینگی
جن مین اصل نور جلوہ گر دکھائی دیگا۔ اور یہ راز خفی کھلجائیگا کہ حقیقت مین روشنی وہ ہی
جو نہ اندھیرے کی محتاج ہو نہ روشنی کی۔ وہ دکھائی دے نہ دے مگر ہے اُس نور کو پاؤ۔
مگر جیسے تاریکی مین کچھ نہ سجھائی دے۔ اور وہ گھبرا اُٹھے تو اُسے کیا دکھائی دے۔ اَللّٰہُ
نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝

نمبر ۱۲ اسی طرح رزق کو خیال کرو۔ جسکا جو رزق ہے اُسے وہ پہونچتا ہے۔
درختون کو دیکھو چل پھر نہین سکتے تو ان کو کمانا بھی نہین پڑتا ان کا رزق آپ ان تک

دوڑ کر آتا ہے۔ حیوان کو دیکھو جسکی خوراک گوشت ہے اُسے گوشت جسکی خوراک مچھلی ہے اُسے مچھلی جسکی خوراک شکر ہے اُسے شکر۔ مدھ مکھیونکو پھولون کا رس تو پتھر کے کیڑون کو اُنکی غذا۔ انسان کو دیکھو جب مان کے پیٹ مین تھا تب بھی اُسکی غذا اُسکے پاس پہونچی۔ جب پیدا ہوا تو اُسکی مان کا خون دودھ بنا۔ پھر ایک خاص طرح کی محبت مان کے سینہ مین ودیعت رکھی گئی جو اُس بے زبان کو زبان کا کام دے۔ اللہ رے انتظام پھر جب بڑھا اور جوان ہوا تو اُسنے اپنے کو گویا ایک جنگل مین پایا اور ہاتھون مین ہتھیار یعنی لکڑیان کاٹو بیچو۔ کماؤ کھاؤ۔ کمانے کا کام ذمہ کیا گیا۔ اور اسباب جس طرح اُسکی پیدایش کے لئے مہیا کیے گئے تھے یہان بھی کیے گئے۔ اور اسباب کی صورت اختیار کی گئی مگر حقیقت مین رزق رسانی جو دوسرے کے اختیار کی چیز تھی اس ظاہری ذرایع سے یہ اختیار اُس سے سلب نہین کیا گیا اور نہ یہ کام اُس سے کسی نے چھین لیا اُسکا جو کام ہے وہ جب بھی کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہے اگر کسی بادشاہ نے کچھ انعام کسی خادم کے ہاتھ کسی کو بھیجا تو انعام دینے والا بادشاہ ہے نہ کہ خادم اسلئے کمانا تو ضرور ہے کہ قوتین کام مین لانے کو دی گئی ہین کام مین لاؤ۔ مگر رزق کمانے پر منحصر نہین بہتیرے کمانے والے تنگی مین ملین گے اور بہتیرے نکمے اپنے روزینہ رزق سے زیادہ پائے ہوئے۔ اگر یہ چیز اپنے ہاتھ کی ہوتی تو دینا اسی کی متوالی ہے کیا کچھ نہ کر لیتی اور تنگی کا کام نہ رہتا اس سے سمجھو کہ وہ کون ہے جسکے خزانے سے رزق کی تقسیم ہوا کرتی ہے اور جسنے ہر کس و ناکس کے ساتھ ایک انداز لگا رکھا ہے جس کو کوئی توڑ نہین سکتا تم اسی رزق کے سہارے جیتے ہو۔ اور رازق کو نہین پہچانتے۔ تم ہر لحظہ نعمتین پاتے ہو۔ اور منعم کو نہین جانتے۔ یہ کیسی بے تمیزی اور کیسی ناشکری ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ مُّبِیْن

نمبر ۱۳ :- اسی طرح راحت و آرام اور جمعیت خاطر کو خیال کرو۔ اگر یہ اپنے ہاتھ کی چیز ہے تو دنیا مین کون اسکا بھوکا نہین۔ کیون نہین حاصل کر لیتا غریبون کے جھونپڑون مین جاکر دیکھو تو اگرچہ صحت جسمانی انکی حمایتی ملیگی۔ مگر نہ راحت و آرام کا پتا لگیگا نہ جمعیت خاطر کا نشان۔ امیرون کے محلون مین جاؤ۔ عیش خانے تو آراستہ ملین گے مگر کوئی صحت تندرستی کو روتا ہوگا تو کوئی نام و نشان کے پیچھے دیوانہ نظر آئیگا۔ اُنھین روپے دو روپے کی فکر ہے تو انھین ہزار دو ہزار کی فکر۔ اُن کے پاس نہین ہے تو فکر بھی کم اِن کے پاس ہے تو فکر بھی زیادہ۔ کوئی بھی دنیا مین ہے جو کم و بیش فکر و تعلقات سے آزاد ہے۔ اگر بنائے کار دولت پر ہے تو سارے دولت منداس سے محروم ملین گے۔ اگر عقل پر ہے تو بہتیرے عاقل فلاکت اور مصیبتون کے مارے ملین گے۔ ساری دنیا ہی راحت و آرام اور جمعیت خاطر کی جستجو مین مبتلا اور سرگردان ہے۔ اور سراب وار یہ سب کو دکھائی دیتا ہے کہ بس مقصد تک پہونچنے کی دیر ہے۔ پھر تو جمعیت خاطر کے ساتھ آرام ہی آرام ہے اور مقصد کا یہ حال کہ اسکی اگر ایک مہم سر ہوئی تو دوسری آگے ہے۔ جتنی اسکی تلاش اوتنی ہی یہ اپنے متلاشی سے دور ہے پھر یہ راحت و آرامِ ابدی کس کے خزانے کے موتی ہین۔ اور جمعیت خاطر کے جواہرات کس کے کوچون مین پڑے ہین۔ راحت و آرام کا بستر کس کے شیش محل مین بچھا ہے اور جمعیت خاطر کا لیمپ کس کی خلوت سرا مین روشن ہے۔ یہ ساری باتین خدا کی گواہی اور اُسکی خبر دیتی ہین بشرطیکہ کوئی ادھر ذرا بھی توجہ کرے۔ یہ ایک عجیب تماشا ہے کہ اسکی لاگ تو سب کے دلون مین لگی ہوئی ہے اُسکا سودا تو سارے سرون مین سمایا ہوا ہے مگر اُس تک رسائی میسر نہین آتی۔ افسوس ہے اے آب و خاک کی مخلوق! وہ خدا جسنے راحت و آرام اور جمعیت خاطر کو بنایا اور تجرید و تفرید یعنی ترک خود اور ترکِ ماسوا کے قلعہ مین اسے محفوظ کیا۔ عشق و محبت کو اس کا

پاسبان بنایا۔ اوس نے پیغمبرون کی گویا اور فطرت کی خاموش زبان سے آگاہ کردیا اور جتلادیا
کہ اے میرے بندو آؤ میرے پاس آؤ یہ نعمتین تمھین میرے یہان ملینگی لیکن غفلت و بےپروائی
جب دروازہ تک بھی رسا نہونے دے تو دربار شاہنشہی کی باریابی کس طرح حاصل ہو۔ اگر اسکی
تلاش مین تمھاری رفتار صحیح ہو اگر غفلت و بے پروائی کی رہزنی سے تم بچ نکلو تو دربار کبریائی
مین تمھاری رسائی ہوگی۔ اور راحت و آرام اور جمعیت خاطر کا آفتاب جسکی شعاعین تم تک
پہونچتی ہین تمھین دکھائی دیگا۔ اور تمھارے ایمان کی آنکھین کھلجائینگی اسکی راہ عقلاً تو پاکر ہے
اور مذہباً کھوکر۔ پاکر پانا۔ یعنے مقاصد کے حصول پر جمعیت خاطر ہونا تو محال ہے یون کسی نے
پایا نہین اور کھوکر پانا پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی پائے۔ یعنی مذہبی ہی رفتار سے رسائی ہوگی اگر
چلو۔ دگر ہیچ۔ ھٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۝

نمبر ۱۴ اے طالب! جن انکھون سے معلول کو دیکھتا ہے اونھین سے علتون کو
بھی دیکھ یہ بھی کسی علت کے معلول ہین جس طرح لاکھون معلول چند علتون کے کرشمے نظر آئینگے
اُسی طرح وہ علتین بھی۔ مگر چند علتون کے اتنے کرشمے بدیہی نظر آتے ہین تو یہ بھی بدیہی ہے کہ
معلول زیادہ ہو اور علت کم۔ اگر علتون کو بھی معلول سمجھو۔ اور اسی طرح سمجھتے جاؤ تو کم ہوتے ہوتے
ایک ایسی علت پر خیال کا رکنا لازم ہے جسکی پھر کمی نہ ہوسکے اور وہ ایک ہے جسکی پھر کمی نہین
ہوسکتی وہی علت العلل ہے اور اُسی کی یہ ساری نیرنگیان ہین وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ
بِحَمْدِہٖ۔ (ہر چیز اوسکی حمد کی تسبیح خوان ہے)

نمبر ۱۵ سب سے زیادہ یقینیات مین علم ریاضی کا شمار ہے تو اُسکے ہر شاخ سے
میرے دعوے کی دلیل ملیگی مثلاً علم اقلیدس کو دیکھو۔ اسکے جتنی شکلین ہین وہ ساری خطون کے
بل بوتے پر ہین۔ اگر خطوط نہوتے تو اُسکی ایک شکل بھی نہ بنے۔ خط کیا ہے کہ نقطون کے اجتماع

کی صورت گویا خط مجتمع نقاط ہے جبھی خط مین ہر جگہ نقطہ فرض کیا جا سکتا ہی اب نقطہ کیا ہے تو "نقطہ"
وہ ہے جسکے اجزا نہون یعنی جسکی کوئی مقدار نہو پھر وہ ہوا کیا ؟ یعنی جزو لایتجزا - اپنے سارے
اوقلیدس کی بنا اسی جزو لایتجزیٰ پر ہے جسکے وجود کی حامی نہ عقل ہی ہے نہ وہم ہے پھر ایسے
وجود کے تو اتنے کرشمے نظر آتے ہین کہ وہ اپنے ہر کرشمہ مین چھپا ہوا ظاہر ہے اور دنیا مین گویا سارے
ایجادون اور دریافتون کی بنیاد ہے ۔

انھین اوقلیدس کی شکلون سے سارے سیارے اور ثوابت کا فاصلہ اُن کا بڑا چھوٹا ہونا۔
انکی تیزی رفتار وغیرہ امور دریافت مین آتے ہین اور یہ ساری شکلین خطون مین سے بنی ہین یہ
خط کیا ہے خط "طول ہے بغیر عرض کے" کیا ایسے خط کا وجود ہے اور ہو سکتا ہے - ظاہرا
یہ فرض محال ہے نقطہ ایسا اور خط ایسا جنکا وجود اس عالم مین نہین پایا جاتا پھر سارے اُقلیدس
کی بنا جسکا شمار غایت درجہ یقینیات مین ہے کس غیر موہوم نقطہ پر ہے اوس نقطہ کو ڈھونڈھو جو
اوقلیدس کی جان سارے دوائر کا مرکز اور سارے خطون کی بنیاد ہے اسمین خدا کی نشانیان
ہین اُنکے لئے جنکے دل کی آنکھین نور ہی علم ہندسہ کو لو تو اصل مین ایک عدد ہے جسمین تعدد نہین اور
سارے اعداد اسی ایک کا ظہور ہین چاہے بڑھکر ہون یا گھٹ کر ہون ایک کا دس ٹکرہ کرو تو ہر یک
ٹکرہ ایک کا دسوان حصہ ہوگا یا ایک مین دس ملاؤ تو وہ گیارہ ہی ہونگے بارہ نہین ہو سکتے
اگر جب اکائی نہو تو دہائی کا وجود نہین ہو سکتا ایک نہو تو دس کہان سے آئیگا دس کے تو معنی یہی
ہین کہ ایک دس دفعہ اور سو کے معنی ہین کہ ایک سو دفعہ علیٰ ہذا وہ ایک ہی ہے جو سارے اعداد مین ہے اور
اعداد اسی ایک کا ظہور ہین ایک کا وجود نہو تو کسی عدد کا وجود نہوگا - پھر ایک کے ایک طرف
ظہور ہے اور ایک طرف تنزیہہ جو عدم نما ہے یعنی اگر ایک کے داہنے طرف صفر بڑھاؤ تو تعدد
یعنی ظہور بڑھے اور اگر بائین طرف صفر بڑھاؤ تو وہی ایک کا ایک نظر آئے یعنی صفر و اعداد

یا تنزیہ اور ظہور کہو دونون اُسی ایک کی صفت ہین سوکم ہین اب یہ ایک کیا ہے جو حقیقت مین سارے اعداد مین پوشیدہ اور ہر پوشیدگی مین ظاہر اور ہر ظہور اور اخفا مین وہ فی الحقیقت اس طرح ممیز ہے جو ظاہر اتمیز مین نہین آتا۔ بیشک اسمین نشانیان ہین اوس ایک خدا کی جسکی شان اور وحدت ہر کثرت مین روشن ہے اور ساری چگونگی اوسی ایک بیچون وبیچگون کی شان وحدت کا کرشمہ ہے۔

نمبر ۱۶ یا اسے یون دیکھو کہ فطرتاً ہر کوئی ایک زبان بولتا ہے چاہے وہ گرم ملک کا ہو چاہے سرد ملک کا۔ گورے چمڑے کا ہو یا کالے چمڑے کا تعلیم یافتہ ہو یا جنگلی گرامر یا صرف نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مگر کوئی نہ کوئی زبان بولتا ضرور رہے۔ وہ فعل فاعل مفعول مصدر حاصل مصدر کی اصطلاح جانے یا نہ جانے مگر یہ فطرتی قواعد مخصوصات زبان ایسے ہین کہ جس سے کوئی زبان مستثنےٰ نہین اور اسلئے کوئی بولنے والا انسان نہین جو ان قواعد کا عامل نہو اب یہ حاصل مصدر جسے انگریزی مین ایبسٹریکٹ نون کہتے ہین اسے خیال کرو۔ بڑائی بولتا تو ہر کوئی ہے مگر بڑائی ہے کیا چیز نہین جانتا جو چیز بڑی ہے اُسے ہر کوئی جانتا اور دیکھتا ہے مگر جس بڑائی سے بڑائی ہے وہ نہین جان سکتا۔ اسی طرح سماعت۔ دید۔ قدرت یہ بذاتہ کیا چیز ہے نہین سمجھی جا سکتی اور دانش سے آدمی دانشمند کہلاتا ہے مگر بذاتہ دانشمندی کیا بلا ہے اسکا پانا حواس کی قدرت مین نہین ہے۔ ایبسٹریکٹ نون کی یہ تعریف مین داخل ہے کہ الگ شئے کو حواس اُسکا ادراک نہ کرسکے پھر اگر اُسکو سمجھنا چاہو تو صفات تنزیہی کے دریاے ناپید اکنار مین جا پڑوگے جس مین حیرت ہی حیرت ہے جس طرح اُسکی توحید ہے کہ التوحید اسقاط الاضافات اوسی طرح اوسکے صفات بھی ہین کہ وہ ہمارے سے نہین ہر صفت اُسکے اسقاط اضافات کے بعد متحیر کرنیوالی دکھائی دیتی ہے شلاً ہماری سماعت لوگون نے کہا کہ یہ ہوا کا تموج ہے جو بذریعہ اعضائے سماعت دماغ

محسوس کرتا اور اُن تبدیلیون کا وقوف حاصل کرتا ہے مگر مین کہتا ہون کہ سماعت بھی ایک بی تار
کی تار برقی ہے۔ تمام خلا مین جو ایتھر بھرا ہوا ہے اُسمین قوت برقی موجود ہے اس تار برقی کے
ذریعہ سے یا اسی بے تار کی ٹیلیفون کے ذریعہ سے دماغ آواز کو سنتا ہی غرض کچھ ہو جو سماعت
بذرائع ہے وہ میری صفت ہے اور جو بلا ذرائع اور بعد اسقاط اضافات ہے وہ اُسکی صفت
ہے یہ وہی ایبسٹریکٹ نون ہے جو ادراک سے باہر ہے یہی حال اُسکے ہر صفات کا ہی
چونکہ صفت ہر جگہ ہے اور اسی طرح ہے کہ عالم کو مجموعہ صفات ہی کہہ سکتے ہو اسلئے خدا کی
نشانیان بھی ہر جگہ ہین مگر پانے والے کے لئے۔ جسنے اس راہ قدم مارا وہ بے ساختہ
دل مین یہی بول اوٹھاسہ اے ہمہ قدرت اے ہمہ روح اے ہمہ دیدا اے ہمہ شنید اے ہمہ
نشنید اے ہمہ محبت اے ہمہ صفات سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین
والحمد للہ رب العالمین ۔

نمبر ۱۷ انسان بھی ایک عجیب راز سربستہ ہے بڑھاپے کے پہلے جوان تھا۔
اوس سے پہلے طفل نابالغ۔ اوس سے پہلے طفل شیرخوار بے ارادہ بے قدرت۔ اوس سے
پہلے شکم مادر مین تھا۔ وہان اُسکی دنیا دوسری تھی۔ اس سے پہلے کہ اوسکی یہ صورت ہو اُسمین
ہڈیان نہ تھین ہڈیان بنین۔ اوس سے پہلے وہ مضغہ گوشت تھا۔ اُس سے پہلے وہ منی کا کیڑا
تھا۔ گویا اک آبی مخلوق تھا۔ یہان اُسکی دنیا دوسری تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اوس دنیا مین
نشو و نما پائے قطرۂ خون تھا اوس سے پہلے غذا۔ اوس سے پہلے وہ نباتاتی عالم مین تھاسہ

ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ است ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ است

اب یہی نباتات انسان بھی کھاتے ہین حیوان بھی دونون کا خون ایک ہی غذا ہے۔ دونون
کے مادّے ایک ہی خون سے۔ اور دونون کے کیڑے ایک ہی مادہ سے بنتے ہین۔ پھر دونون

کے کیڑے دو طرح کے کیون ہوتے ہین نہ انسان سے حیوان پیدا ہوتا ہے اور نہ حیوان سے انسان۔ خود انسان ہی کو دیکھو غذا ایک۔ خون ایک۔ منی ایک۔ پھر کیڑے عورت و مرد کے دو طرح کے کیون ہوتے ہین اور اس نسبت کے ساتھ کہ فطرتی مجبوریون کے سبب جتنی عورتون کی پیدایش کی ضرورت فطرت کو ہے اُتنی عورتین پیدا ہون اور جتنے مرد کی اُتنے مرد۔ اسپر بھی نہ ایک کا رنگ دوسرے سے ملتا ہے۔ نہ ایک کی صورت دوسرے سے۔ وہ کون سی قدرت ہے جو اعتدال اور تمیز کے ساتھ اور فطرتی ضرورتون کے لحاظ کے ساتھ اس سررشتۂ خلقت کو انجام دے رہی ہے اور وہ بھی اس مضبوطی کے ساتھ کہ کسی کے سرمائے بھی بیجگہ نہین ہو سکتا۔ اور اس سلجھاؤ کے ساتھ کہ کسی کے اولجھائے بھی ایک دھاگہ اولجھ نہین سکتا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۝ بیشک اسمین ذی عقل کے لئے نشانیان ہین

نمبر ۱۸ پھر وہ نطفے اگر دوسرے کی حرکت سے متحرک ہوتے ہین تو محرک کون ہے اور جان کب آتی ہے۔ کہان سے آتی ہے۔ کس طرح آتی ہے۔ اس زمانہ خاص مین کون بھیجتا ہے۔ اور اگر جاندار ہین یعنی روح کہین باہر سے نہین آئی بلکہ مختلف قالبون مین ہوتے ہوئے جمادات نباتات حیوانات سب عالمون کی سیر کرتی ہوئی انسان تک پہونچی۔ اور جس جامہ مین آئی اُسکی بناوٹ کی روسے اوس سے افعال سرزد ہوئے۔ جمادات مین اُسکا اور رنگ نباتات مین اور حیوانات مین اور۔ جیسے بانسری کی پھونک کہ پھونک ایک ہے مگر مختلف سوراخون مین مختلف آوازین نبتی ہین۔ یا جیسے انجن کہ قوت ایک ہے مگر مختلف مشینون مین اُسکی صورت مختلف ہے قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ (ہر کوئی اپنی بناوٹ پر کام کرتا ہے) ہرچہ باشد پھر بھی اس نو مہینے مین جتنے مراحل ہوتے ہین سب کا زمانہ اور سب کے مدارج کس نے ترتیب دیے۔ پھر پیدا ہوتے وقت کا انتظام عجیب تو یہ کہ

عقل متحیر ہو اور مضبوط یہ کہ اسی نظم کے ساتھ ہو تو ہو ورنہ ہو آخر یہ کسکا کیا ہوا ہے ؟ وہ لطف ذرا صور تے چون پری ٭ کہ گرداست بر آب صورتگری ٭ اے لوگو! جسنے پانی پر ایسا نقش کھینچا جو کسی کے مٹائے مٹ نہین سکتا جسنے بے جان مین جان ڈالی اور جان مین عقل و تمیز وہ خدا ہے وہ خدا ہی ہے۔ ساری قدرتین اُسی کو زیبا اور اوسی کی ہین۔ اِنَّ فِی ذَالِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ٭ بیشک اسمین نصیحت ہے اُسکے لئے جو صاحب دل ہے یا کان لگائے دل سے متوجہ ہو کر بات کو سنتا ہو۔

نمبر ۱۹ پھر انسان جب پیدا ہوا تو ایک دوسری گورنمنٹ اور دوسرے قوانین کا ماتحت ہوا۔ پہلے نہ بھوک پیاس تھی نہ ہوس و خواہشین تھین نہ اظہار مدعا کی صلاحیت تھی نہ زبان سے نہ اشارے سے نہ رو کر۔ نہ صحت کے لئے حاجت ضروریہ کی حاجت تھی نہ جینے کے لئے صاف پانی یا تازہ ہوا کی ضرورت پیدا ہوتا تھا کہ ساری ضرورتون نے آگھیرا اور فی زمانہ تو ایک ضرورت ڈاکٹر اور حکیم کی بھی اضافہ ہوگئی ہے۔ پھر ایک مدت تک نمو کی کشش سے کھینچا گیا اور ترقی کے سانچے مین ڈھالا گیا۔ پھر ایک مدت تک قیام۔ پھر انحطاط۔ پھر موت۔ پھر کیڑون کی غذا ہو کر اُن کا خون بنا۔ یا اجزاے ارضیہ مین ملکر نباتاتی صورت اختیار کی جس طرح کسی تخم کو اوسکی غایت ترقی یہی ہے کہ پھل پھول کر وہ پھر متعدد تخم کی صورت اختیار کرے۔ اسی طرح انسانی جسم بھی مر مٹ کر پھر خون کی صورت یا نباتاتی شکل مین آتے ہین۔ یہ کمال ترقی تو جسم نے بعد مرنے کے حاصل کی۔ اب جسم کے حکمران روح کی طرف نگاہ ڈالو جس کی حکومت اتنی زبردست ہے جو کسی قوی سے قوی سلطنت مین نہین ہوسکتی جسکے قوانین ایسے مضبوط اور مستحکم ہین جس کا ایک متنفس باغی نہین ہوسکتا۔ اتنا بڑا قدرت والا بادشاہ جسم کی علحدگی کے ساتھ اس طرح فنا ہوجا کہ جسم تو

ترقی کرے اور یہ نابود ہوجائے گویا روح کے لئے جسم ہی جان تھا کبھی کوئی عقل سلیم اسے تسلیم کرسکتی ہے ربنا ما خلقت ھذا باطلا پھر اگر نابود نہین ہے تو عقل بتا لگائے کہان ہے کس حال مین ہے۔ وہم وگمان کے قلعے بود وباش کے کام کے نہین ہوتے تو جس طرح عالم اجسام کی سیر سے جسم کا پتا چلتا ہے اُسی طرح عالم ارواح کی سیر سے روح کا پتا چلے گا۔ اب اگر اوس عالم مین تمھاری پرواز پہونچی ہوئی ہو تو پہونچکر دیکھو۔ اور اگر عجز ہو تو اوس عالم کے سیاح سے پوچھو۔ اگر متعدد شہادتین ملین تو تمھین جھٹلانے اور انکار کا کوئی حق نہین ہے۔ اون سیاحون کا دلیل مشاہدہ اور اُوس پر خبر تواتر ثبوت دعوے کے لئے کافی ہے۔ اور ایسی ہی دلیلون پر کاروبار عالم وابستہ ہے۔ صرف یہ کہنا کہ سمجھ مین نہین آتا یہ سمجھ کا قصور ہی۔ مثلاً اگر کسی نے مچھلیان تو کھائی ہون مگر مچھلیون کو دریا سے نکلتے نہ دیکھا ہو اگر سیکڑون ہزارون ماہی گیر جنکی کم سے کم صداقت مانی ہوئی ہو یہ شہادت دین کہ یہ عالم آب کی مخلوق ہے۔ پانی مین رہتی وہین دیکھتی سنتی کھاتی پیتی جیتی مرتی ہے تو جواسے نمانے اُسے جغرافیہ علم طبعی فلکیات اور انتہا تو یہ کہ علم ہندسہ پر بھی یقین کرنا اوس وقت تک کہ وہ اون علوم کا موجد کی طرح تجربہ کار ہو اور انکو مشاہدہ کی کسوٹی پر کس نہ لیا ہو دشوار ہوجائیگا۔ بلکہ سارے کاروبار بند اور درہم وبرہم ہوجائین گے اسلئے پیغمبرون کی یہ شہادت دینی کہ جس طرح اجسام عالم اجسام کی مخلوق ہین خبائث واجنّہ عالم برزخ اور خیال واوہام کی مخلوق ہین اُسی طرح روح اور فرشتہ عالم ارواح کی مخلوق ہین۔ اور ہر مخلوق کو اپنے عالم کی مناسبت کے ساتھ قوت وقدرت پاکیزگی اور لطافت حاصل ہے پھر جس طرح جسم بعد مرنے کے معدوم نہین ہوجاتا اُسی طرح روح بھی معدوم نہین ہوجاتی۔ بلکہ روح اپنی صورت برزخی کے ساتھ قفس جسمانی مین محبوس ہے۔ مرنا یہ ہے کہ روح جسم چھوڑکر اپنی صورت برزخی مین رہکر عالم برزخ مین رہے

جس کا نام قبر ہے وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ؔ پھر ایک دن وہ اپنے
بنانے والے خلاق عالم۔ عادل منتقم رحمٰن ورحیم قادر وقیوم کے سامنے حاضر ہوگی اپنی
دو دیعتون کا جائزہ دیگی۔ جیسا کچھ اوسنے کیا ہے ویسا بھگتیگی اور جیسے تخم بوئے ہین ویسے
پھل کاٹے گی۔ پھر کیا عقل کا یہ اقتضا ہے کہ چند جھوٹون کے کہنے پر تو اپنے ماں باپ کے
ماں باپ ہونے پر یقین کرو اور ایسی شہادتون پر جسپر دنیا نے کبھی جھوٹ کی تہمت نہ لگائی ہو
تمہین یقین نہ آئے افسوس کی بات ہے پھر کیا یہ سارے انتظام لطیف تر اور مضبوط تر جو عقل
مین آتے ہین یا جنکا عقل پتہ لگاتی ہے یا جنکی متعدد سچی شہادتین ملتی ہین اوس منتظم حقیقی کا
نشان نہین دیتے کیا وہ راز سربستہ انسانی معا کے ہر ایک گرہ کھلنے سے نہین کھلتا جاتا فَبِاَيِّ
حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ؔ (تو اب اللہ اور اسکی آیتون کے بعد ایا کون سی بات ہو گی
جسے سنکر یہ لوگ ایمان لائین گے) کیا تمہین ان سارے کرشمون سے اوس خدائے یکتا کی
یکتائی کی دلیل نہین سجھائی دیتی کیا تمھاری روح بھی اپنی اپنی حقیقت کی طرف تمہین رسا نہین
ہونے دیتی وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (لوگو خود تم مین بھی ہو تو کیا تم کو سوجھ نہین پڑتا)

اے بنی آدم! اپنے صفات محدود سے صفات غیر محدود کو اور صفات غیر محدود سے
اُس ذات بیچون وبیچگون کو پہچان۔ سارے ظہور سے ظہور صفات کو اور ظہور صفات سے
تجلی ذات کو دیکھ اور فرق مراتب کا عرفان حاصل کر۔

نور ربانی کے ظہور وتجلی سے اُسکی کوئی صفت بڑھی نہین نہ وہ کم تھا کہ پورا ہوا اور نہ وہ
ناقص تھا کہ کامل ہوا۔

ظہور ہے کیا؟ یہ نام ہے صفات ترکیبی محدود کا یعنی چند صفتون کو ایک دوسرے پر
ممیز کرنا۔ اور پھر آپس مین مرکب اور محدود کر دینا۔

اور محدود کرتا گیا ہے ؟ یہ قدرت انتزاعی یا صفت اخفا یا حجاب کے جلوہ آرا ہونیکا نام ہے ۔

ذات مطلق کی دو صفتین یا دو شانین ہین وجود و عدم یعنی ظہور و اخفا ۔ دونون کے مرکب اور محدود کر دینے سے صفات مثبت اور منفی بنے یہی شان مخلوق ہے جو مخلوق مین پائے جائینگے والا اوسکی ذات الآن کما کان ہے ۔ اور اُسکے صفات بسیط بھی الآن کما کان ہین ۔

مثلاً کسی کاغذ مین خود مڑ مڑ کر خطوط نظر آئین اور اون خطوط سے نمایشی تصویرین نمایان ہون ۔ دیکھنے کا پھیر ہے کوئی ان تصویرون کو عدم وجود نما کہتا ہے اور کوئی وجودِ عدم نما جس نے وجود کو اصل سمجھا اور نمایش کو عدم اوسنے وجود کی طرف نگاہ کی اور وجود کی طرف رجوع کیا ۔ اور جسنے عدم کو اصل سمجھا اور نمایش ہی کو وجود اُسنے نمائیش کی طرف نگاہ کی اور نمائیش کی طرف رجوع کیا ۔ اسلئے وہ بول اُٹھا کہ وہی وہ یعنی وجود ہی وجود ہے اور یہ بول اُٹھا کہ یہی یہ یعنی نمایش ہی نمایش ہے اور بس ۔ وہ اسلام ہوا اور یہ کفر ۔

اگر توحید کا دفتر کھولا جائے تو کائنات کا دفتر بھی گنجایش نہ کریگا ؎ ہر گیاہے کہ از زمین روید ✢ وحدہٗ لاشریک لہ گوید ✢ یہ وہ دریاے ناپیدا کنار ہے جسکے تیراکنے نہ تو تھاہ پائی نہ ساحل تک پہونچا ؎ درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار ✢ کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار ✢ اگرچہ ہر ایک ذرہ دفتر معرفت ہے مگر باوجود تفصیل کے بھی اجمال ہی اجمال ہے تفصیل کی گنجایش ہی کہان ہے ۔ ہر اجمال تفصیل ہے اور ہر تفصیل اجمال ۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (اور اگر جتنے کچھ درخت زمین مین ہین سب قلم ہون

اور سمندر سیاہی ہو من بعد سات اور سمندر بھی اسکے معاون ہو جائین جب بھی خدا کی باتین تمام نہون گی ۔)

خدا ہے اور بیشک ہے یہ تو اتنا بین مسئلہ ہے جسکے لئے دلیل کی حاجت نہین۔ جیسے روز روشن کے لئے جنھین آنکھین ہون دیکھ لین۔ اوسی طرح ہر ایک شے مین خدا کی خدائی کا ظہور آفتاب سے زیادہ روشن ہے دن کو بھی اور رات کو بھی۔ جو خفاش فطرت ہین وہ تو دیکھ ہی نہین سکتے جن کی دید کمزور ہے وہ غایت ظہور کے چکاچوند مین پڑے ہین۔ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (سو عنقریب ہم ان لوگون کو اپنی قدرت کی نشانیان دنیا کے اطراف مین بھی دکھائین گے اور اُن کے اپنے درمیان مین بھی کہ اُن پر ظاہر ہو جائیگا کہ وہ برحق ہے) میری تقریر صرف سمجھ سے نہین عرفان و ایقان سے ہے۔ ابتدا مین سمجھ محرک ہو جاتی ہے۔ اور ایک منزل تک رسا ہو کر تھک جاتی ہے اصل مین اس راہ کا رہرو ایمان ہے سمجھ کا کام مذاق پیدا کرنے کے سوا آگے نہین چلتا اس مذاق نے اگر ایمان مین تحریک پیدا کی جسکا نام طلب و محبت ہے تو کامیابی ہے مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ (جسکو آخرت مین اللہ سے ملنے کی امید ہو تو اسکے لئے تیاری کرے کیونکہ خدا کا ٹھہرایا ہوا وقت ضرور آنیوالا ہے) ورنہ بہتیرے اس راہ مین مارے بھی پڑے۔ سمجھ پر قناعت کی تو سمجھ تھک کر بے سمجھی سے بول اٹھی کہ مین خدا ہون اور ہر ایک چیز خدا ہے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا یہ تو شان الحاد و زندیقیت ہے ایمان و عرفان کی آنکھین جب کھلتی ہین اور عظمت و جلالت کبریائی کا چتر جب کھلتا ہے تو ع ہر کہ را سلطان نخیمہ زد غوغا نماند عام را +

کانون کی شنوائی رہتی ہے نہ زبان کی گویائی اک شوق کی آنکھین کھلی رہجاتی ہین اور بے خودی کی نظر پھر ہوش وحواس کہان۔ جب ذرا تحمل و برداشت سہارا ہوتا اور مریض عشق سنبھالا لیتا ہے تو اُسے صاف نظر آتا ہے کہ خدا خدا ہے اور مخلوق مخلوق لیکن نہ کوئی چیز خدا سے جدا ہے نہ خدا کسی چیز سے جُدا۔ نہ کوئی چیز خدا کی غیر ہے نہ خدا کسی چیز کا غیر لا عین ولا غیر کجا ہستی کجا نیستی۔ کجا خالق کجا مخلوق۔ کوئی چیز خدا نہین ہوسکتی نہ خدا کوئی چیز ہو سکتا ہے لا الٰہ الا ھو سبوح قدوس ۝ اگرچہ ذات پاک کبریائی کی مثال کیا ہو لیس کمثلہ شیئ مگر مثال سمجھنے سمجھانے کے لئے ہے۔ اس غرض سے مضائقہ نہین وللہ المثل الاعلیٰ مثلاً ایک بے تھاہ سمندر کی مختلف موجون کی مختلف صورتون کو دیکھو۔ پھر اون صورتون کے آپس مین ملنے اور ٹکرانے سے جو تصویرین بنتی جائین اونھین خیال کرو۔ اب جو تصویرین تمھین دکھائی دیتی ہین نہ وہ تصویرین سمندر ہین نہ سمندر وہ تصویرین مگر وہ تصویرین نہ سمندر سے جدا ہین نہ سمندر اُن تصویرون سے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ۝ (او رہم اُسکی شہ رگ سے بھی زیادہ اوس سے قریب ہین۔) کوئی ذرا اُن تصویرون کا ایسا نہین جسکو سمندر محیط ہو الا انہ بکل شیئ محیط ۝ (سنو جی خدا ہر چیز پر حاوی ہے) وہ تصویرین بے سمندر کے نہین اور نہ ہوسکتی ہین ہان وہ سمندر بے ان تصویرون کے تھا بھی۔ ہے بھی۔ رہیگا بھی۔ اور ان تصویرون سے بے نیاز بھی ہے ھو الاول والاخر والظاھر والباطن (وہی اول ہے وہی آخر۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن) ساری قوتین اور ساری قدرتین ساری عظمتین اور ساری جلالتین۔ سارا ظہور اور سارا بطون۔ سارے عجائبات اور ساری نیرنگیان تو اس

سمندر کی ہین تصویرون مین بجز ہواے غودی کے خاک بھی نہین۔ اور اُنکی حقیقت بجز نقش برآب ہونے کے کچھ بھی نہین۔ اگر کوئی تصویر یہ سمجھے کہ مین ہی ہون اور ساری قدرتین مجھ مین ہی ہین تو افسوس نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ (جنھون نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے اُنکی ایسی مت ماری کہ اپنے آپکو بھی بھول گئے) یا کوئی تصویر ایک دوسرے کو یا تصویرون کی یہ کثرت دیکھکر یہ سمجھے کہ بس تصویرین ہی تصویرین ہین اور عالم انھین مرقعون کا نام ہے تو اسپر حیف ہے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (جیسی قدر اللہ کی جاننی چاہیے تھی ویسی اُسکی قدر نہ جانی) کاش یہ غوطے لگا کر سمندر کے سکون کا عالم اور اوس کے خزائن اُسکی نعمتون اور کیفیتون کو دیکھے تب اپنی اور اپنے ابنائے جنس مخلوق کی ہستی کو سمجھے۔ پھر جو لوگ ان تصویرون کی نمایش اور کٹھ پتلیون کے تماشے مین رہے وہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ہر طرح محروم رہے۔ اور جنھون نے تصویرون سے چشم پوشی کی۔ اونکی دلفریبیون مین نہ آئے اور اونھین حقیقت بین آنکھون سے دیکھا کیے۔ یا خود اپنے آپ مین فکر و تجسس کی نظر ڈالی فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (تو اُسنے بڑی کامیابی حاصل کی) جہان تصویرین مٹین سمندر ہی سمندر ہے۔ پھر جو سمندر مین جا پڑے وہ فنا ہو گئے ہان جو غواص طبیعت ہین ڈر بے بہا انکے لئے ہے یہی فنا ہے یہی بقا ہے یہی ہجر ہے یہی وصل ہے۔

پھر جس طرح وہ تصویرین دریا کا ظہور ہین یعنی دریا کی بعض صفتین محدود صورت مین اُن مین نظر آتی ہین اور جون جون یہ تصویرین آپسمین ملتی ہین اور مرکب ہوتی جاتی ہین اُتنی ہی تصویرین اور شکلین پیدا ہوتی ہین۔ اُسی طرح یہ سارا عالم اُسکے بعض صفات کے محدود اور مرکب صورت کا ظہور ہے۔ پھر جس طرح آئینہ مین عکس آئے گا تو خط و خال کا بھی اُسی طرح

ظہور صفات مین صفات اختیار بھی داخل ہے جو بعد ظہور محدود صورت مین ہے اور اسلئے
اپنی حد سے باہر مجبور ہے۔ اسی لئے وہ تصویرین اگرچہ نقش بر آب ہونے سے زیادہ حیثیت
نہین رکھتین مگر ایک حد تک مجاز و کھائی دیتی ہین اور ایک حد تک مجبور لَا جَبْرَ
وَلَا تَفْوِيضَ وَلٰكِنْ اَمْرٌ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ ط (نہ تو جبر ہی ہے نہ اختیار ہے بلکہ بات
بین بین ہے) یہ اُن کا جبر و اختیار بدیہی بھی ہے اور واقعی بھی۔ غرض سمندر کا عجیب عالم
ہے۔ یہان تو امواج در امواج ہین۔ اور موجون کے بے تھاہ تلوینات اور کرشمے کہین
کھولتے بھنور ہین تو کہین خنک فرحت افزا لہرین کہین جلال کے جوار بھاٹے ہین تو کہین
جمال کے سکون و اطمینان یعنی جلال وجمال دونون صفات ہین اور دونون کا ظہور
ظاہر ہے۔ رنج و مصیبت جلال کی شانین ہین تو راحت و آرام جمال کی شانین۔ تمھین
اختیار دیا گیا ہے چاہو جلال کے بھنور مین جا پڑو اور ہلاکت کے جہنم مین گرفتار ہوکر محبوس
ہو جاؤ چاہو جمال کے خوشگوار اور زندگی بخش لہرون کی بہار لوٹو اور عیش و تنعم کی بہشت
مین باریاب ہوکر بے غمی و آزادی حاصل کرو۔ جنت و جہنم تو اُسکے دو صفتون کے دو ظہور
ہین۔ اُسنے کسی کو ظلماً جہنم مین نہین بھیجا تم آپ اپنے اختیار سے گئے آگ کا کیڑا آگ
مین اور پھول کا کیڑا پھول مین۔ تم اگر خود بھنور مین جا پڑو اور رنج و مصیبت مین گرفتار ہو جاؤ
تو اُسکو کیون نام دھرو۔ اُسنے تو راہ دان رہبر و بھیجکر تمھین ہزار طرح جتلا دیا کہ دیکھو یہ راہ
پرخطر ہے اور یہ راہ امن کی وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔ پھر اگر تمنے نہ مانا تو اوس کا
کیا لیا۔ اُسکے نزدیک تو دونون ظہور ہین جیسا وہ ویسا وہ۔ دریا کے نزدیک تو جیسا
اُسکا بھنور ویسی اوسکی لہر وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (اور تمھارا پروردگار تو بندونپر
مطلق ظلم نہین کرتا) یہان پر کسی قدر جنت و جہنم کے نسبت بھی گفتگو آپڑی کیونکہ مجھے

ضروری معلوم ہوا کہ جب توحید کی مثال بتا دیگئی تو سمجھ یہ دھوکا نہ کھائے کہ چلو جنت و
جہنم سے فراغت ہوئی کیونکہ یہ دونون بھی سمندر ہی کی تصویرین ہین مگر نہین تمھین جب
مصیبتون کی حس ہے اور تم کسی طرح اُن سے بے پرواہ نہین ہو سکتے تو تمھین سمجھنا اور
یقین کرنا لازم ہے کہ یہ رنج و آلام تمھین اُوسکے بھنور اور لہرون کے وجود سے مطلع و
آگاہ کرتے ہین۔ اگر تم نے آگاہی حاصل کی اور اوسکے خطرناک بھنور سے بچ نکلے تو
نجات حاصل کی ورنہ اس سے غافل اور بے پرواہ رہنا ایک دن تمھین مزہ چکھا ئیگا۔
يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (اوس دن
نہ مال ہی کام آئیگا نہ لڑکے ہی مگر ہان اُسکی نجات ہوگی جو پاک دل لیکر خدا کے حضور مین
حاضر ہوگا) چونکہ اسوقت موضوع تقریر نہ یوم آخرت ہے نہ جنت و جہنم اسلئے مجھے اس
مادہ مین زیادہ کہنا بھی نہین ہے قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا (لوگو تمھارے پروردگار کی طرف سے دل کی آنکھین تو
تمھارے پاس آہی چکی ہین پھر اب جو دیکھے اور سمجھے تو اُسکا نفع اوسی کی ذات کو ہے
اور جو دیدہ و دانستہ اندھا ہوجائے تو اوسکا وبال بھی اُسیکی جان پر) اسلام کا دعوے
یہی تھا کا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وہ ہر طرح عقل سے فطرت سے مثال دے دے کر ثابت
کیا گیا سمجھایا گیا مگر یہ کلمہ مذہبی نگاہ سے اور وہ بھی اسلامی نگاہ سے نہین دیکھا گیا۔ مجھے
اسکو دکھانا ہے کہ دعوۃ اسلام نے اس کلمہ توحید سے مذہبًا کیا سمجھایا ہے اور کیا مراد
رکھا ہے تاکہ ایک مشہور سوال اور خلش جو پیدا ہوتی ہے وہ بھی رفع کی جائے۔ وہ یہ
کہ یہ کلمۂ توحید بمقابلہ یہود و نصاریٰ ۔ مشرکین و کفار عرب کے نبی عربی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا حالانکہ یہ تو سب کے سب ایک ہی خدا کے ماننے والے تھے

پھر تردید و نفی کس بات کی کی اور تعلیم و ہدایت کس امر کی۔

یہود و نصاریٰ تو اہل کتاب ٹھہرے اسلئے توریت و انجیل منزل کے مطیعون کے یہان کا کھانا اور اونکی عفیفہ پاکدامن عورتون سے نکاح کرنا جائز قرار پایا۔ اور مشرکین عرب بت پوجتے تھے یا آفتاب یا اور چیزین آخر کار اہل کتاب اور موحدین نے توحید مین بہتیرے شاخسانے کھڑے کئے۔ یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہنے لگ گئے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مشرکین عرب بھی اوس ایک خدا کے منکر نہ تھے ایک خدا کے مقر تو وہ بھی تھے۔ مگر پرستش بتون کی کرتے تھے۔ بتون کو یہ خدا نہ کہتے تھے اُن کا خیال تھا کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (ہم تو اُنکی پرستش صرف اسلئے کرتے ہین کہ خدا سے ہم کو نزدیک کر دین) وہ سمجھتے تھے کہ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یہ خدا کے یہان ہماری سفارش کرینگے) اگر ان سے پوچھو کہ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سَيَقُوْلُوْنَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (آسمان و زمین کس نے بنائی؟ تو یہ کہین گے خدا سے غالب و دانا نے) یعنی وہ خدا سے غالب دانا پر تو ایمان رکھتے تھے مگر وہ خدا کا ساجھی ٹھہراتے تھے۔ بتون کو بطور معبود مانتے اور اونکی عبادت کرتے تھے یعنی وہ خالق تو ایک مانتے تھے مگر معبود بہتیرے۔ اسلئے نبی امی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی تردید کی۔ سب کے عقائد کی تصحیح کی اور سب سے مخاطب ہو کر فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی معبود ایک خدا ہی ہے۔ نہ عزیر مستحق عبادت ہین نہ مسیح۔ نہ بتان عرب۔ کوئی بھی خدا کے سوا مستحق عبادت نہین۔ اسے مشرکون نے نہ مانا اور تعجب سے بولے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (یہ رسول عربی تو اتنے معبود کے بدلے ایک معبود

بتاتے ہین یہ تو عجیب بات ہے) کبھی کہتے اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰہَ وَحۡدَہٗ وَ نَذَرَ
مَا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآءُنَا (اے رسول! کیا آپ ہمارے پاس اسلئے آئے ہین کہ ہم
ایک اللہ کی عبادت کرین اور ہمارے آبا واجداد جنکی عبادت کرتے تھے انھین چھوڑ دین؟)
اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خالق ایک ہی ہے اور اُسکے ماننے والی اوس کی
ساری مخلوق ہے۔ اور یہ ضرورت آب و طعام کی طرح اُسکے ماننے کی محتاج معلوم
ہوتی ہے گویا خدا کا ماننا بھی ایک گونہ فطرتی معلوم ہوتا ہے۔ چاہے اُسکی صورتین
مختلف ہون۔ یا اوسکا نام مختلف ہو۔ اس لئے کلمۂ توحید اسبات کی تردید ہے کہ سوائے
خدائے واحد کے کوئی معبود نہین ہے۔ اُس معبود واحد کے صفات مختصہ یعنی صفات
واجب یا صفات بسیطہ کو کسی دوسرے مین نہ مانو۔ اُسکی قدرتون مین کسی کو شریک کرکے
دھیان کو نہ باٹنو۔ اوسکو جز و معطل سمجھکر اوسکی قدرتین دوسرون مین تسلیم نہ کرو۔ کسی
دوسرے کے آگے سر نہ جُھکاؤ۔ کسی دوسرے کی عبادت چاہے جس غرض سے ہو
ہرگز نہ کرو۔ کیونکہ معبود تو وہی ایک اللہ ہے۔ کسی دوسرے کی عبادت کرنا شرک وکفر
ہے۔ اور یہی عبادت چاہے قولاً ہو چاہے فعلاً۔ چاہے عقیدتاً۔ کفر و شرک تسلیم کی
گئی ہے یَا اَهۡلَ الۡکِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ (اے اہل کتاب حق کو
باطل کے ساتھ ملیامیٹ کیون کرو۔)
اے یہود و نصاریٰ! خدا کا بیٹا قرار دیکر تم خدا کو گالیان کیون سُناتے ہو؟
جسے تم اُوسکا بیٹا قرار دیتے ہو وہ سب فانی تھے فنا ہوئے۔ مرنے والے تھے
مرچکے ایک خدا کی عبادت کرو۔ اوسی ایک کی طرف جھکو جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ
رہیگا وہی معبود ہے اور وہی عبادت کئے جانے کا مستحق یَا اَهۡلَ الۡکِتٰبِ

لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝

اے مشرکو! وہی ایک خدا ہے جو معبود ہے۔ جو موجود ہے اوسی کے لئے وجود ہے۔ وہی قادر و توانا ہے۔ اُسی کے لئے قدرت و توانائی ہے۔ وہی مستحق عبادت ہے سے جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ۔

سارے تمھارے معبود فرضی ہین۔ تمھارے مصنوعی ہین۔ تم سے بھی زیادہ مجبور ہین اُنکی پرستش کیون کرو جنھین ایک ذرّہ کے سفید و سیاہ کرنے کی بھی قدرت نہو اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ۝ (کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا (کسی اور دین) کی تلاش مین ہین حالانکہ جو آسمانون اور زمین مین ہین چار و ناچار اُسی کے حکم بردار ہین اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے)

اس سے ثابت ہوا کہ اسلام کے معنے ہین زبان سے اور دل سے اس کا یقین کرنا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہین۔ اور عملی اس کا ثبوت بھی دینا۔ تا کہ دعوے بے دلیل باطل نہ ہو جائے۔ پھر کیا جسمانی اور کیا دلی جو عبادت ہو وہ خدا ہی کی ہو۔ اور کفر و شرک کے معنے یہ ہین کہ خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بناؤ خدا کے صفات یعنی کو جو اُسی کے ساتھ مخصوص ہین کسی دوسرے مین تسلیم کرو۔ اور خدا کے سوا کسی دوسرے کے آگے جھکو اور ظاہر ہے کہ جو غلط راہ پر چلیگا وہ گھاٹا اٹھائیگا ٹھوکرین کھائیگا اور اپنے نتیجہ کو پہونچے گا۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (یہ لوگون کے لئے ابلاغ ہے تا کہ اسکے ذریعہ سے اون کو ڈرایا جائے اور تا کہ سب جان لین کہ بس معبود وہی ایک اللہ ہے اور تا کہ ذی عقل نصیحت حاصل کرین۔)

رسالت

دوسرا مسئلہ رسالت ہے۔ محمد رسول اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہٖ و صحابہٖ وسلم اللہ کے رسول ہین حضرت سیدنا و مولانا و نبینا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوٰے یہ ہے کہ مین خدا کے احکام اور خدا کی ہدایتین اُسکے بندون کے پاس لایا ہون تاکہ لوگ ہدایت پائین۔ اور اپنے مالک کو پہچانین مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ ○ یہ بندون کی شان نہین ہے کہ خدا بندون سے خود کلام کرے مگر یا تو وحی کے ذریعہ سے یا پردہ سے۔ یا رسول بھیجکر۔ پھر جو چاہتا ہے وہ رسول پر وحی بھیجدیتا ہے

اس لئے جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعوٰے یہ ہے کہ مین خدا کے احکام خدا کی ہدایتین اور خدا کی بھیجی ہوئی وحی یعنی قرآن مجید لایا ہون اور بذریعہ رسالت یعنی افعال و حرکات و سکنات اوسے برت کر دکھا دینے آیا ہون۔

اے خدا کے بندو! اوسکی طرف دیکھو اُسکی سنو وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ وہ کچھ خواہش نفسانی سے کلام نہین فرماتے وہ تو وحی خداوندی لائے ہین اُسکی روش پر چلو مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ط (جس نے رسول کی اطاعت کی اُسنے خدا کی اطاعت کی) حقیقت اس مسئلہ کی سمجھنا اور رسالت محمدی تک پہونچنا تو نظام عالم کے اوس طرح سمجھنے پر موقوف ہے جس طرح وہ ہے اور نظام عالم کا سمجھنا توحید و عرفان کے انکشاف پر موقوف ہے اور انکشاف اتم موقوف ہے عروج و نزول کے مدارج طے ہونے پر اور عروج اک یافت ہے کھوکر۔ اور نزول اک یافت ہے پاکر

یافت کی منزل سمجھ کے نیچے سے اعلےٰ اور رفیع تر ہے اور تقریر و تحریر کا احاطہ سمجھ کے اندر ہے۔ پھر اوسکی تقریر کرنا اور اوس تقریر کو ضبط تحریر مین لانا کچھ فرہاد کی کوہ کنی نہین ہے جو ایک دن انجام کو پہونچ سکتی ہو۔ اسلئے یہ ہر شخص کی خوراک بھی نہین نہ ہر عاقل کی نہ ہر سامع کی۔

اگر مسئلہ توحید پر بہ مدارج تمھارا عروج ہوا ہے اور اگر اوس کے ظہور کے مراتب تمھاری یافت نے طے کئے ہین اور اس طرح توحید با ہمہ عروج و نزول کما ہو حقہ تم پر منکشف ہوئی ہے تو رسالت کا نور تمھاری آنکھون اور تمھارے دلون مین چمکتا ہوگا۔ اور سلامی اسرار تم پر کھلے ہون گے۔ تحریر و تقریر کی حاجت نہین۔ اور اگر ایسا نہین ہے تو اس مسئلہ کی نسبت بھی مسئلہ توحید کی طرح اونھین حدود کے اندر پرواز کرنا لازم ہے جہانتک عقل و سمجھ کی پرواز کی حد ہے۔ اسلئے مجھے بھی اُنھین باتون سے تقریر کرنا لازم ہے جس کا وعدہ حضور نے فرمایا ہے یعنی یہ کہ قرآن خدا ہی کا کلام ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم لائے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال و حرکات و سکنات بھی اُنکی رسالت کی زندہ اور گویا شہادتین ہین۔ صرف شہادت قرآن جسکا بیان حقانیت قرآن مین آئیگا کافی شہادت ہے۔ جسکا ہر لفظ ہر کلمہ اور ہر جملہ آپ کی رسالت کی گواہی دیگا مگر مین تھوڑی سی تقریر اسکے علاوہ بھی کیا چاہتا ہون۔ اور یہ دکھایا چاہتا ہون کہ جس طرح فطرت اسکی مقتضی ہے کہ رسول آئین اور اپنی حکومت خلیفۃ اللّٰہی جاری کرین۔ اوسی طرح فطرت اسکی بھی گواہی دے رہی ہے کہ حضور پر رسالت ختم ہوئی اور حضور کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا کیونکہ فطرت کی ضرورت پوری ہو چکی۔

نمبر ۱ انسان فطرتی طور پر دو چیزون سے مرکب ہے ایک جسم دوسری روح

جس دینے والے نے جسم دیا اُسنے نظم عالم بھی یون ہی قرار دیا کہ آرام و حفاظت جسمانی کے لئے اونھین مین سے ایک کو بادشاہ بنایا۔ جسنے جان پر کھیل کر او مصیبتین جھیل کر فتوحات حاصل کئے۔ پھر امن قائم کیا۔ پھر امن قائم رکھنے کے لئے قوانین بنائے۔ پھر اُسکے نفاذ کے لئے سامان مہیا کئے۔ یہ جسمانی سلطنت ہے جسکے کیا کچھ کرشمے نہین پائے جاتے۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ جابر سے جابر بادشاہ کا بھی تصرف صرف جسم ہی پر چلتا ہے۔ جو خود روح کا محکوم ہے۔ اور روح پر اُسکا کوئی تصرف نہین چلتا اور نہ چل سکتا ہے۔ پھر کیا یہ عقل کا اقتضا ہے کہ جسم جو خود فطرتًا کسی اور کی رعایا ہے اوس پر حکومت قائم کرنے کے لئے تو اتنے قصے بکھیڑے مول لئے جائین۔ اور روح جو اصل بانی مبانی ہے اور بذریعہ جسم کے خود سیاہ و سفید کرنیوالی ہے۔ وہ آزاد اور مطلق العنان چھوڑ دی جائے اور اُسکا کوئی نظم نہ کیا جائے۔ اسلئے منتظم فطرت کو لازم تھا کہ اوسی جنس سے ایک بادشاہ روحانی بھی بھیجے جو روح کی تعلیم و تربیت اور روحانی کیفیات وجذبات کی رفتار صحت کے ساتھ قائم کرے چنانچہ اوسنے ایسا ہی کیا اور روحانی بادشاہ بھیجے اور جنھین بھیجا انھون نے اپنے مقاصد مین کامیابی حاصل کی۔ اصل بادشاہت یہ ہے جو روح پر اور بذریعہ روح جسم پر ہے۔ یہی شان رسالت ہے۔ پھر جو نسبت جسم کو روح کے ساتھ ہے وہی نسبت جسمانی بادشاہ کو روحانی بادشاہ کے ساتھ ہے۔ پھر جس طرح موت جسم کے لئے ہے روح کے لئے نہین ہے (ہان اخلاق کے اچھے یا بُرے ہونے سے قوی یا ضعیف ہو جاتی ہے) اوسی طرح جسمانی بادشاہ کے قوانین جانشین کے تخت نشین ہونے اور پارلیمنٹ کے بدلنے سے بدل سکتے اور مردہ ہو جا سکتے ہین مگر روحانی بادشاہ کے قوانین سیکڑون برس بھی گذر جائین نہین بدلتے

صدیون پر صدیان گذر گئین مگر نہین بدلے ہان جس طرح زمانہ بدلتا اور ترقی کرتا گیا یہی کامل اور اکمل ہوتے گئے۔ پھر جسمانی بادشاہ کا نہ ماننے والا تو مجرم و باغی قرار دیا جائے اور اوسکے لئے پھانسی تجویز ہو۔ اور یہ تجویز مطابق عقل سمجھی جائے۔ اور روحانی بادشاہ کا منکر یا عدول حکمی کرنیوالا نہ باغی قرار پائے اور نہ سرکش بلکہ موجب بخشایش اور بخشش سمجھا جائے۔ کیا عقل و انصاف کا یہی فتوےٰ ہے۔ اور کیا قانون فطرت اسی کی موئد ہے ہرگز نہین حاشا نہین کافر اور مشرک کبھی نجات نہ پائیگا۔ اور نافرمان و سرکش کبھی سزا سے بچ نہ رہیگا۔ جس طرح جسم روح کا محکوم اور روح کے چلائے چلتا ہے اوسی طرح روحانی مجبوریان بھی بتا رہی ہین کہ یہ بھی کسی کی محکوم اور کسی کے اشارے پر چل رہی ہے۔ جیسے جھنڈے ہوا کی لہر سے لہراتے ہین۔ اگر جسمانی بادشاہ اپنی روحانی فطرت سے حصول سلطنت کے لئے مجبور ہے تو روحانی بادشاہ بھی اپنے شہنشاہ کی ہدایت سے جسکے آثار اور نشانیان اور جس کے اشارات اور قدرتین فطرتاً اُسمین پائی جاتی ہین روحانی سلطنت کے حصول کے لئے مجبور اور محکوم ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ فطرت کا اقتضا یہی ہے کہ نبی اور رسول آئین۔ اور اسی ضرورت سے ناظم نظم عالم نے رسول اور انبیا بھیجے۔ سارے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی ضرورت سے آئے۔ اور جس جس طرح دنیا ترقی کرتی گئی۔ حسب اقتضائے فطرت احکام لائے ہدایتین لائے۔ اور ناقص کو کامل اور کامل کو اکمل کرتے گئے بچپن کے احکام اور ہین شباب کے اور۔ اور پیری کے اور۔ اسکے بعد کا کوئی درجہ نہین ہے سارے انبیا اسی غرض سے آئے اور اسی طرح خدا کا نور پھیلایا۔ اور جن جن خدمتون کے لئے محکوم و مبعوث ہوئے تھے اونھین انجام دیکر واپس گئے یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ٥ (بندون پر افسوس ہے

کہ ان کے پاس کوئی رسول نہ آیا جس پر اونھون نے استہزا نہ کیا ہو)

زمانہ جس جس طرح ترقی کرتا گیا عقل جس جس طرح اپنی جودت اور اپنا فروغ بڑھاتی گئی ضرورت پڑی کہ اوسکی گنجایش اور بساط کے مطابق احکام بھی صادر ہون۔ اور یون ہی رفتہ رفتہ اسرار در اسرار کے پردے بھی منکشف کئے جائین۔ بچپن اور شباب اگر ترقی و نمو کے دو زمانے ہین تو دونون کے لئے قانون بھی دو ہین۔ پیری جو ترقی اور نمو کی غایت و کمال رسیدگی کا زمانہ ہے اوسکا قانون بھی دوسرا ہے۔ اسی لئے بہ اقتضاے حکمت خداوندی اول اول تو جسمانیت کا زیادہ حصہ لیا گیا اور روحانیات کا کم۔ لیکن۔ چونکہ جسمانیت کا غلبہ تھا روحانیت بہت ہی کم قرار پکڑ سکی۔ جو کچھ رہی بھی وہ مقابل کے غالب ہونے سے غائب ہوتی گئی۔ اس لئے برعکس بگیرند نام زنگی کافور آید کے اصول پر بہ اقتضاے عالم شباب (کہ اَلشَّبَابُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْجُنُوْن) اسکے احکام اور ہونے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے کہ آپ کے سارے مواعظ روحانیات سے متعلق ہین جسمانیات سے محض کم۔ آنکی خورد و نوش و حالت زندگی بھی اسکی شاہد ہے۔ اس افراط و تفریط مین جب بلغم کو غلبہ ہوا تو بلغمی امراض نے بوجھل کیا۔ اور جب سودا کو غلبہ ہوا تو سوداوی امراض نے زخمی کیا حالانکہ فطرت کی بنا تھی اعتدال پر۔ اور ضرورت تھی اعتدال مزاج اور جمعیت خاطر کی۔ اسلئے سب کے آخر مین سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور فطرت کی بنا اور اسکی اصلیت کے مطابق فطرت کی ضرورتون کو پورا اور مکمل کیا۔ اور ایسی دوائین بتائین جو معتدل اور مزاج کو اعتدال پر رکھنے والی ہین۔ اسی لئے حضور خاتم النبیین ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم یہ کافی شہادت ضرورت رسالت۔ اور اس ضرورت کے پوری ہونے اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت کے ختم ہونے کی ہے هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (یہی تمہارے خدا کی سیدھی راہ ہے ہم نے اوس قوم کے لئے جو نصیحت حاصل کرے مفصل نشانیاں بتا دین)

نمبر ۲ – یہ مین نے پہلے ثابت کیا ہے کہ فطرت اپنی حد مین مجبور اور اپنے نیرنگ انتظام سے منتظم ہے۔ خدا کی مخلوق ہے۔ اور اسکی انتظام کردہ چیز ہے یہی نظم فطرت ہے جو ایک ایسا وسیع گہرا غور طلب قانون ہے جسپر عبور حد امکان سے باہر ہے یہ قانون فطرت کی کتاب کچھ ایسی بنی ہوئی ہے کہ پڑھو تو پڑھی نہ جاسے۔ نہ اسکے حروف آنکھون مین آتے نہ اسکی عبارت سُننے مین آتی ہے۔ جتنی زبانین دنیا مین ہین ہر زبان مین یہ کتاب ترجمہ بلفظہ ہے۔ فہم کے لئے یہی بہت ہے اور عقل کی یہی معراج ہے کہ کسی قدر اس قانون کے دفعات اُسکی سمجھ مین آجائین۔ اس قانون کا ایسا ہونا بھی لازم ہے کیونکہ یہ قانون صرف انسانی مخلوق کے لئے نہین ہے۔ بلکہ سارے عالم کی ہر طرح کی مخلوق کے لئے ہے کیا ارضی مخلوق کیا سماوی مخلوق۔ کیا دیکھی مخلوق۔ کیا ان دیکھی مخلوق۔ اوس پر اسکی ترتیب بھی خداوندی ترتیب ہے۔ نہ اس مین فصول ہین نہ ابواب ہین۔ اسلئے بانی فطرت کو لازم تھا کہ وہ ہر محکمہ کا قانون الگ کرے۔ اور جسکے لئے وہ قانون ہے اوسے سمجھا بھی دے۔ مہربان ہے تو اصول قانون بھی عطا کرے۔ جو قانون کی غلط فہمیون سے باز رکھے جو حواس ظاہری اور باطنی دونون کے لئے ہادی۔ اور جو عقل و بے عقل دونون مخلوق کے لئے رہنما ہو۔ قانون فطرت کی طرح زبان خاموش نہ رکھتا ہو بلکہ گویا ہو۔ تاکہ ہر کس و ناکس اپنی اپنی قوتون سے کام لے۔ اور اپنی اپنی مراد کو پہونچے عقل مقنن اگر قانون بنائے تو لازم ہے کہ عدل مقنن اُسکی کافی اشاعت بھی کرے۔ سمجھا بھی دے۔ تاکہ کوئی عذر محکوم کے لئے اوٹھ نہ رہے۔ یہی عقل کا اقتضا اور یہی عدل کا منشا ہے۔ یہی ضرورت تھی جس ضرورت سے خالق عقل کل

اور باقی بدل تمام نے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ رسول و پیغمبر یہی لیکر آئے اور طرح طرح سے اوسکو
سمجھایا اور اُسکو برت کر دکھا دیا۔ تاکہ خدا کی مخلوق آسانی کے ساتھ جسمانی اور روحانی ترقیون
سے برخوردار ہوا اور ہر اوکو پہونچے۔ کہ اَلدِّینُ یُسْرٌ۔ یعنی دین تو سراسر آسانی ہے۔ ورنہ
مشکل تھی کہ قانون فطرت کی اتنی بڑی ضخیم کتاب پڑھی جا سکے۔ اور اُسکے اتنے گہرے
معانی تمام تر سمجھ مین آسکین جب تک نامکمل قانون آتے رہے تو سمجھ کے اختلاف اور
امتداد زمانہ کی تاثیر نے دوسرے قانون کی ضرورت پیدا کی۔ اور اس ضرورت کی جگہ تھی
لیکن جب مکمل قانون اور اصول قانون آگیا۔ اور طرح طرح کی مثالون اور واقعات سے
سمجھا دیا گیا اور سارے دفعات برت برت کر دکھا دیے گئے۔ تو رسالت ختم ہو گئی۔ چونکہ ہر دفعات
کا برت کر دکھانا تھا اسی سے قران مجید جستہ جستہ نازل ہوا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ
(اللہ نے مسلمانون پر فضل کیا کہ اُن مین اُنہی مین کا ایک رسول بھیجا جو اُنکو خدا کی آیتین پڑھ
پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کو پاک کرتا اور کتاب الہی اور دانائی کی اُنکو تعلیم دیتا ہے ورنہ
پہلے تو یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی مین تھے)۔

یہ بھی کافی شہادت ضرورت رسالت اور اس ضرورت کے پوری ہونے۔ اور نبی
آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت کے ختم ہونے کی ہے۔

نمبر ۳ مین نے توحید مین لکھا ہے کہ مخلوق نام ہے صفات مرکبہ محدودہ کے
ظہور کا۔ اب اس ترکیب پر نگاہ کرو۔ اگر اس ترکیب مین اعتدال ہے تو وہ چیز اپنے حال پر ہے
اگر وہ اعتدال سے کم و بیش منحرف ہے تو وہ قریب بہ زوال ہے۔ اگر اوس کا اعتدال

ٹوٹ گیا تو وہ چیز زائل ہوگئی۔ ہر چیز کے ترکیب کا اعتدال گویا اُسکی جان ہے اُسی طرح فطرت
کی جان فطرتی اعتدال ہے۔ اگر کُرون کی کشش اپنے اعتدال سے ذرا منحرف ہو تو سارا
عالم تہ و بالا ہوجائے۔ آفتاب و مہتاب ٹکرانے لگین۔ کوہ و دریا ذرّے بن بن کر اڑ جائین
یہ سارا کچھ فنا ہوجائے۔ قیامت آجائے۔ اسی طرح سمجھو کہ مذہب کی جان مذہبی اعتدال
ہے۔ مذہب ہی پر کیا موقوف ہے ہر کام چاہے دنیاوی ہو یا دینی سب مین اعتدال
ملحوظ رکھنا ضروری اور لابدی ہے۔ ورنہ حقیقی کامیابی محال ہے۔ اب اس اعتدال
کا سبق اگر قانون فطرت سے لیا جائے تو یہ قانون ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ۔ اور امریکہ کے
ہی چار جلدون مین مجلد نہین ہے۔ بلکہ جس طرح یہ قانون سارے برّ اعظم مین ہے اُسی طرح
سارے بحر اعظم مین بھی ہے۔ جس طرح خشکی مین ہے ویسا ہی تری مین بھی ہے جزیرون مین
بھی ہے اور ہوا کے ذرّون مین بھی ہے۔ زمین مین بھی ہے اور آسمان مین بھی ہے چاہے
آسمان کو جو کچھ سمجھو مگر مخلوق اور جان تمام ہے۔ اور قانون فطرت ہر جگہ دائر و سائر ہے
اب قانون فطرت کا سمجھنا۔ اوس پر عبور حاصل کرنا۔ اور اُسکے مستثنیات کو نگاہ رکھنا
انسانی قدرت سے باہر ہے۔ جیسا مین لکھ چکا ہون۔ پھر اُسکے اعتدال کو سمجھنا اور اُس سے
مستفیض ہونا یہ محال در محال ہے۔ اسلئے ضرور تھا کہ وہ مہربان خدا اپنے بندون کو خلاصہ
قانونِ انسانی انسان ہی کی فہم کے مطابق عنایت کرے جو سراسر معتدل ہو۔ اس لئے
ضرورت ہوئی رسالت کی۔ اگر یہ رسالت کا کام انسانی جامہ سے نہین اور صورتون سے
لیا جاتا تو ویسا ہی مجمل اور قانون فطرت کی طرح مغلق رہتا اور تحصیل حاصل ہوتی۔ اس لئے
اُسنے رسول بھیجے اور انسانی ہی جامہ مین۔ چونکہ زمانہ کی ترقی۔ دماغ کی ترقی۔ عالم شباب کو
نہ پہونچی تھی۔ اسلئے اوس وقت کا اعتدال کچھ اور تھا اور اوس مطابق رسول کے ذمہ

خدمت کی گئی لیکن جب زمانہ ترقی کرگیا یعنی دماغ نے اپنا پورا عروج اور کمال حاصل کرلیا تو
تو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور ایسا قانون لائے جو دماغ و فطرت
دونون کے کمال کے مطابق ہے۔ اور اعتدال پر مبنی ہے جو غایتِ مقصودِ رسالت ہو۔

پھر ایسے نسخے جو سراسر اعتدال پر مبنی ہون موجود ہون تو چاہے گرم ملک مین استعمال کرو۔
چاہے سرد ملک مین۔ چاہے گرم موسم مین۔ چاہے سرد موسم مین۔ مگر وہ تمام۔ ہر جگہ اور ہر وقت
ایک سان مفید پڑے گا۔ زمانہ ہزارون پلٹے کھائے۔ ہزارون اولٹ پھیر ہون۔ ہزارون ترقیان
ظہور مین آئین۔ اور جب تک زمانہ ہے ہوتی رہینگی۔ چاہے زمانہ اسی عالمِ شباب مین رہے
یا دو چار ہزار برس کا اور پرانا ہو جائے۔ مگر یہ نسخے جو بالکل فطرت کے مزاج کے مطابق بنے
ہوئے ہین اوسی وقت غیر موثر ثابت ہون گے جس وقت فطرت بدل جائیگی اور فطرت کا مزاج
حدِ اعتدال سے منحرف ہو جائیگا۔ جب فطرت نہین بدل سکتی تو اسلامی قوانین بھی جو سراسر
اصولِ فطرت پر مبنی ہین جن کا بیان کسی قدر حقانیتِ قرآن مجید مین آئیگا ہرگز نہین بدل سکتے

چونکہ جسم و روح کا اشتراک کچھ اس طرح ہے کہ ایک کے ساتھ دوسرا منضم ہے۔ اس لیے
روحانی سلطنت کے ساتھ حضرت رسالتمآب کو جسمانی سلطنت مین بھی اوسی نسبت سے
جو فطرتاً ایک دوسرے مین ہے حصہ لینا پڑا۔ اور اس مین بھی اعتدال سے قدم باہر نہ گیا۔
اس طرح رسالت حضور پر ختم کی گئی۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝

یہ کافی شہادت ضرورتِ رسالت اور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ پر
ختمِ رسالت کی ہے۔

تمثیل سونا جب تک کسوٹی پر کسا نہ جائے کھرا کھوٹا نہین معلوم ہوتا اسی طرح

جب تک انسان مصائب مین گرفتار نہ ہو اسکی استقامت اوسکا استقلال اور اُس کا صبر و سکون جانچا نہ جائے اُسوقت تک اوس کی حقیقت نہین کھلتی ۔ اسی سبب سے سارے انبیا علیہم السلام مصائب مین گرفتار کئے گئے اور سونا کسوٹی پر کس کے دکھلا دیا گیا تا کہ دعویٰ بے دلیل نہ ہو جائے ۔ بلکہ دلیلین جسقدر قوی ہون اُتنی ہی دعوے کی تقویت کا جوہر کھلتا جائے ۔ تاریخ اور تذکرے شاہد ہین کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام پر جو مصیبتین آئین اور لگاتار رہین ۔ وہ ناحق شناسون کے ایک مدت کے کارنامے ہین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو رنگ ناکامی کی حالت مین رہا وہی بلا فرق کامیابی پر بھی رہا کسی حال مین آرام و آسایش کا نام نہ تھا اگر ابلاغ رسالت ہی مقصود بالذات نہ ہوتا تو آپ سامان عشرت کیا کچھ نہ چاہتے اور کیا کچھ نہ ہو جاتا ۔ یہ سمجھنے والے کے لئے کافی شہادت ہے ۔ اگر انصاف سے دیکھو تو صاف نظر آئیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول اور خاتم رسل تھے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت تو اس سے ظاہر ہے کہ اُنکی بعثت نہ ہند مین ہوئی نہ سندھ مین ۔ نہ افریقہ مین ہوئی نہ یورپ مین ۔ نہ امریکہ مین ہوئی نہ جزیرون مین ۔ بلکہ ملک عرب مین ہوئی ۔ جہان اختلاف مذاہب کا اوس وقت مینہ برس رہا تھا مشرکین وہان تھے جنھون نے سیکڑون بتون کو خدا کا شریک قرار دے رکھا تھا ۔ ثنوی وہان تھے جو دو خدا مانتے تھے ۔ آتش پرست ۔ آفتاب پرست ماہتاب پرست ۔ ستارہ پرست ۔ اور اوہام پرست ملائک پرست جو فرشتون کو خدا کی بیٹیان قرار دیتے تھے ۔ پھر یہود وہان تھے جو حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہتے اور قساوت قلبی مین مشہور تھے ۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو (علیہ الصلوٰۃ والسلام) خدا کا اکلوتا بیٹا کہنے والے ۔ تثلیث پر ایمان لانے والے ۔

کفارہ کے قائل اور اعمال حسنہ کو گویا فضول سمجھنے والے وہان تھے۔ دہریے وہان تھے
سوفسطائی وہان۔ فلسفی مادہ اور روح کی قدامت کے قائل وہان۔ تناسخی وہان غرضکہ
عقائد باطلہ کے سبھی کیڑے جس سے ہر طرح کے سبھی امراض پیدا ہون وہان کی آب وہوا
مین پھیلے ہوئے تھے۔ اور گویا سارا خطۂ عرب مسموم ہو رہا تھا۔ یہی عرب تھا جو سارے
عقائد باطلہ کا مرکز ہو رہا تھا اور ہر طرح کے عقیدے کے لوگ کھینچ کھینچ کر عرب کی سرزمین
مین اکٹھے ہو رہے تھے۔ آنحضرت کا عرب مین مبعوث ہونا اور ہر طرح کے عقائد کو باطل کرنا
اور ہر قسم کے عقائد باطلہ کے مقابل مین کھڑا ہونا اور اُسکا بطلان ثابت کرنا۔ اور سب
کو ایک توحید۔ اور ایک احکام و اخلاق کی طرف بُلانا جو فطرت کے سراسر مطابق ہی۔
قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۝ مین شہادت
اسبات کی ہے کہ یہ اس غرض اور اس حکمت خداوندی سے تھا کہ قیامت تک کوئی
ایسا فرقہ کا ذبہ اور عقیدۂ باطلہ نہ رہجائے جسکا بطلان نبی خاتم المرسلین نہ کردے
اسی اتمام حجت کی وجہ سے حضور سید المرسلین اور خاتم النبیین ہین کیونکہ جتنے نبی
و رسول ہوئے سب کو ایک آدھ ہی فرقہ باطلہ سے سابقہ پڑا چنانچہ اولوالعزم پیغمبرون
کو دیکھو تو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو بت پرستون اور مشرکون
سے سابقہ پڑا ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو فرعون اور فرعونیون سے جو دہریہ
مزاج تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو فلسفی مزاج یہودیون سے۔ لیکن نبی
آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی خاص فرقہ خاص قوم اور خاص مذہب سے واسطہ نہین پڑا
بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت عام تھی۔ حضرت کے زمانہ مین بداعتقادیون
اور بداخلاقیون کا سمندر بڑے زور ون پر تھا۔ اور عقائد باطلہ اور حرکات نازیباو

ناشایستہ کے دریا او منڈ رہے تھے حضرت نے قانون فطرت سے۔ دلائل عقلیہ سے خدائی جذبات کی قوت سے۔ باطل کو باطل کیا۔ اور حق کو قائم کیا سب کے دلون کی تشفی کردی اور سکون ابدی بخشا۔ تاکہ آیندہ کے لئے کچھ رہ نہ جائے جسکے بطلان کی ضرورت ہو۔ اور کچھ اس عنوان سے سب کا ابطال کیا کہ باطل عقیدون کی چاہے جتنی شقین نکلین سب کے بطلان کے لئے کافی ہو۔ اور حق اس طرح روشن ہو جائے کہ اسکے بعد کسی دلیل کی حاجت نہ رہے جیسے بدیہیات کے لئے دلیل کی حاجت نہین ہوتی۔

اتنا بڑا مہتم بالشان کام جسکی کوئی مثال بدو عالم سے اسوقت تک نہین ملسکتی۔ ایک اُمی کے ہاتھون سے انجام پانا اوس اُمی کی رسالت اور ختم رسالت کے لئے ہین شہادت اور اس شہادت کے لئے مہر ہے۔ مگر کوئی اپنی آنکھین پھوڑ لے۔ کانون مین سیسے ڈال لے عقل کا دشمن ہو۔ اور فہم سلیم سے باغی ہو جائے تو اوس کے آگے دن کیا اور رات کیا۔ حق کیا اور ناحق کیا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (ہم نے تم کو گواہ اور خوشخبری اور ڈر سنانے والا بھیجا ہے تاکہ اے مسلمانون تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اوسکی مدد کرو اور اُسکا ادب ملحوظ رکھو اور صبح و شام اُسکی تسبیح مین لگے رہو)

نمبر ۵ اعلان رسالت سے پہلے قوم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت کا اقرار لیا۔ قوم نے بالاتفاق اقرار کیا کہ بچپن سے اسوقت تک کبھی کوئی ایک بات بھی آپکی جھوٹی نہین دیکھی۔ بعد ادعائے نبوت آپ کی ہدایتین موجود ہین جن کو فطرت کے کانٹے پر تول لو بال برابر فرق نہ آئیگا عقل سلیم کی آنکھون سے دیکھو تو اسلام فطرت کی ترازو کا دوسرا پلہ دکھائی دیگا جسکا بیان بطریق انحصار حقانیت قرآن مجید مین آئیگا۔ پھر اُس

نبی کی ساری باتین قبل و بعد ادعاے نبوت تو صداقت اور حقانیت سے مملو رہون اور صرف مشتبہ کونسی بات رہجاے کہ جبرئیل کا وحی لانا اور ادعاے رسالت کرنا اور اپنی باتون کو مصیبتین جھیل جھیل کر خدا کی طرف منسوب کرنا۔ کیا عقل اسے مان سکتی ہے۔ یا کیا یہ اقتضاے فطرت ہے۔ اور پھر اس ادعا کی وجہ سے حضرت نے نفع کیا اوٹھایا کیا اپنے آپ کو خدا کہوایا۔ اپنی پرستش کرائی۔؟ بادشاہانہ شان وشکوہ دکھایا۔ عیش وعشرت مین بسر کی۔ اچھا کھایا اچھا پہنا۔ آرام سے سوے؟ تاریخ شاہد ہے کہ کبھی لگاتار تین دن بھی آپ نے روٹیان نہ کھائین کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھایا۔ بوریے پر سوتے تھے جس سے بدن پر نشان پڑجاتے تھے۔ اگر وہ اپنے ادعاء نبوت مین ذرا ڈھیل دیے ہوتے تو عرب اپنی رضامندی سے آپکو بادشاہ بنا لینے کو تیار تھے۔ اور اوس زمانہ کی رسم کے مطابق سیکڑون عورتین حسین سے حسین عیش وعشرت کے لئے مہیا ہو جاتین۔ مگر آپ نے تمام عمر بجاے عافیت وآرام کے مصیبتین اوٹھائین۔ تکلیفین سہین۔ پھر جس عاقل کی فلسفیانہ ہدایتین تیرہ سو برسون سے آج تک اپنی معتدل ومستقل روشنی جسمین گہن کا دھبہ نہ آئے کرورون مخلوق پر پھیلا رہی ہون اوسکی عقل کا یہ اقتضا ہے کہ یہ سارے مصائب وہ لایعنی جھیلے۔ اگر اعلان حق اور ابلاغ رسالت مقصود نہ تھا تو کون سا مقصد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی مقصد قرار نہین دیا جا سکتا تو یہ فطرت کا عملی ثبوت کیون نہین سمجھائی دیتا کہ آپ اپنی ادعا مین سچے اور عقل مین کامل تھے۔ اور جس سچائی سے آپ نے ادعاء نبوت کیا اوسے مصائب جھیل جھیل کر نہایت عاقلانہ طور پر پورا کیا اور اپنے کل حرکات وسکنات سارے افعال واقوال سے اپنے دعوے کی دلیل مدلل کرتے رہے باتین روشن ہین عقل کے اندھے ٹھوکرین کھائین تو ان کا سہارا کون ہو۔

نمبر ۶ یہ تمام مشاہدہ مین آتا ہے کہ اپنے اور یگانے جلد سر نہین جھکاتے۔
یہی تو وجہ ہے کہ خدا جو سب سے زیادہ ہر ایک کا یگانہ ہے جب تک اُسکی غایت عظمت
وجلالت کا سکہ دلون پر نہ بیٹھ جائے اُسکے آگے دل نہین جھکتا۔ نہ ہیرا اپنے معدن مین
عزیز ہے نہ موتی دریا مین۔ نہ سورج آسمان مین معزز ہے نہ اجزاے ارضی زمین پر۔ جو
جس لقب سے بچپن سے پکارے جانے کا عادی ہوتا ہے ہزار قابلیتین اُسمین آجائین
مگر اکثر تو یہی ہے کہ وہ لقب نہین بدلتا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ آنکھین یا تو صفات پر کم
پڑتی ہین یا اون صفتون کی عادی ہو جاتی ہین اور چونکہ عیوب سے ایذا پہونچتی ہے
اسلئے عیوب پر نظر گڑی ہوتی ہے۔ عیوب تھوڑے بھی ہون تو بہت نظر آتے ہین
اور ہنر بہت بھی ہون تو بھی تھوڑے دکھائی دیتے ہین۔ غریبون سے لیکر امرا تک
اور جہلا سے لیکر اہل کمال تک دیکھ جاؤ یہی نقشہ ہے کہ اهل البیت ادری بما فیه
اسی سبب سے کسی کے دس پانچ ماننے والے ہوئے کسی کے سو دو سو۔ ان مین بھی یگانون
کی تعداد یا تو مفقود یا محض گنتی کی رہی۔ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ماننے والے
انکی حیات مین چند مچھوے اور گڈریے ہوئے اور بس۔ اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ
والسّلام پر ایمان لانے والے اپنا پیشین دین و مذہب قربان کرنے والے۔ ملک و ملت
دولت و حشمت۔ وطن و مولد دوست و احباب۔ زن و فرزند۔ ماں باپ۔ یگانے اور
بیگانے سب کو چھوڑ کر سب کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہکر جلا وطنی کا سوگ اختیار کرنے والے
فقر و فاقہ پر اپنی گذران کرنیوالے جہاد مین جانین لڑا لڑا کے اپنے صدق و اخلاص کا ثبوت
دینے والے۔ قریب اور یگانے ہی سب کے پہلے کھڑے ہوئے۔ جان کے لئے انسان
دولت کھوتا ہے مگر دین و مذہب کے لئے جان بھی عزیز نہین رکھتا۔ اسلئے دین و مذہب کا

بدلنا وہ بھی اپنے یگانے پر ایمان لاکر تا وقتیکہ اُسکے اوصاف کی عظمت و جلالت دل و
دماغ کا احاطہ نہ کرے اوسکی سچائی اور نیک چلنی کا نور دید و شنید کی قوتون پر غلبہ نکرلے۔
ممکن ہی نہین۔ کیونکہ یگانون کو جانچ پرتال کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ اگر کسی وضع کا عیب
کسی طرح کا نقص پاتے تو ہرگز ایمان نہ لاتے اور جان و مال قربان کرکے اپنے ایمان
کا ابدی ثبوت نہ دیے جاتے اور اغیار سے پیش قدمی کرنا اور بھی دشوار تھا جنھین عیب چینی
کا زیادہ موقع تھا اور بوجہ تخالف مذہبی اسکی زیادہ ضرورت تھی اون ہی نے عظمت و جلالت
ثبوت کو پہلے تسلیم کیا۔ اغیار بھی جنھون نے کفر کیا دشمن جان و مال ہوئے دشمنی تو کی
مگر آپ کے اوصاف اور اخلاق کے منکر نہ ہوئے کسی نے بھی کوئی عیب نہ لگایا سوائے
اسکے کہ حق کی قوت و طاقت کو حیرت کی نگاہون سے دیکھکر سمجھنے لگ گئے کہ یہ تو صریح
جادو ہے یعنی عقل کو حیرت مین ڈالنے والا ہے۔

اے خدا کے بندو! کیا ایسی بے عیب ذات کی مثال کوئی دوسری تمھین ملسکتی ہے
اگر نہین ملسکتی تو کیا صحیفۂ فطرت تمھین نہین بتاتا کہ ایسی ذات بے مثال کے آگے سر تسلیم
خم کرو اور اُسکے دعوون اور ہدایتون کو تسلیم کرو اور یہی اُسپر ایمان لانا ہے۔

نمبر اخلاقی مسائل بوے گلاب سے بھی زیادہ نازک ہین۔ اوس پر
اسقدر تیز جسکی تیزی کا ہر دماغ متحمل نہین ہوسکتا۔ کتابون مین تو آسانی سے لکھے جاتے ہین
وعظ و نصیحت کے لیے تو گلاب کے پھول ہین کہ سامعین کے دماغ معطر ہوجائین۔ مگر عمل
کرنے مین پہاڑ سے بھی زیادہ سخت اور گران ہین۔ اُسپر مستزاد یہ کہ جیسا عام قاعدہ ہے کہ
دو مختلف چیزون کو ملاؤ تو وہ ایک دوسرے مین محلول ہوکر تیسری ہی صورت پیدا کریگی
دودھ اور پانی کو ملاؤ تو نہ دودھ دودھ رہیگا اور نہ پانی پانی الگ کرنا چاہو تو یہ بھی ناممکن

اسی طرح اخلاق کی دو متضاد صفتون کو تو بوجہ غائت لطافت اور تیزی کے دونون کا ملکر
ایک ہوجانا تو کجا یہ تو ایک دوسرے کا قرب بھی برداشت نہین کرسکتین۔ نہ غصہ کے
وقت رحم آئیگا نہ رحم کے وقت غصہ۔ اگر دونون قریب قریب ملجائین۔ تو نہ غصہ رہے گا
نہ رحم ہی۔ گویا ایک شخص بے حس ہوجائیگا پھر جہان دودھ اور پانی ملکر بھی دودھ کا دودھ
اور پانی کا پانی رہے۔ آپس مین ملکر بھی غصہ کا غصہ اور رحم کا رحم رہے۔ تو یہ ایسا بھاری معجزہ
ہے جو کوڑھی کو چنگا کرنے اور اندھے کو سونکھا بنا دینے سے زیادہ تر مشکل ہے۔ مثلاً میدان
رزم گرم ہو تلوارین چمک رہی ہون۔ خون کے پیاسون کا خون جوش زن ہو۔ موت اپنا فیصلہ
کررہی ہو اور جوش شجاعت کے جلا دینے والے شعلے ہر چہار طرف بلند ہورہے ہون۔ اُسوقت
اور دشمنون پر قابو پانے کے بعد بھی رحم وعفو کا نمبر اوسی درجہ پر ہو جو مقیاس الحرارت کا اوسوقت
ہے کیا یہ انسان کامل ہونے کی دلیل اور فطرت کے غائت ترقی کی مثال نہین ہے۔؟
پھر کیا یہ دیکھکر بھی اور اسکی متعدد مثالین پاکر بھی فطرت کا معجزہ تمھین نہین دکھائی دیتا۔
انصاف کی عینک لگاکر دیکھو موافقین اور مخالفین دونون کے لکھے ہوئے تذکرے پڑھ جاؤ
سارے تاریخ کے اوراق اولٹ ڈالو اور بدو عالم سے آجتک جب سے تاریخ کا پتہ چلتا ہے
سب مین ڈھونڈھ جاؤ۔ سارے مقدس اور برگزیدہ لوگون کی سوانح عمریان پڑھ جاؤ یعنی خاص بلکہ
اخص لوگون مین بھی دیکھو کہ بجز ذات بابرکات خاتم المرسلین کے اور کسی مین بھی اسکا پتہ چلتا ہے
کہ اخلاق کے متضاد صفات بیک وقت بلکہ ہر وقت کامل اور معتدل درجہ پر کسی مین بھی پائے
جاتے ہون۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اور بیشک تمھارے اخلاق بڑے ہین)
جلال ورحم۔ کفایت وجود۔ جوش غیرت وجوش انتقام کے ساتھ بھی درگذر وعفو۔ راحت
مین جفاکشی مصیبت مین اطمینان وسکون۔ عبودیت وآزادی۔ صبر ومقاومت۔

توکل وکسب۔ طلب منفعت و رضا۔ دفع مضرت و تسلیم حصول زاید و قناعت مین اوصاف کی فہرست لکھنا نہین چاہتا۔ کیونکہ اسکے لئے یہ مختصر رسالہ کافی نہین ہے۔ مگر مجھے یہ دکھانا ہے کہ یہ قریب قریب متضاد صفات بلکہ ایسی ہی اخلاق کی ساری باتین ایک وقت مین بلکہ ہر وقت مین گھر مین ہون یا میدان جنگ مین آرام واطمینان کے وقت ہون یا اظہار شجاعت کے وقت اپنون کے ساتھ ہون یا پرایون کے ساتھ۔ اعتدال کے ساتھ برتنا اور وہ قطعے جو پل صراط پر اٹھائے گئے ہون ان پر اس آسانی اور نرمی سے فتحیاب ہونا اگر انسانی قدرت مین ہے تو اسکی کوئی مثال دو۔ اگر انسانی قدرت سے باہر ہے تو یقین کرنا لازم ہے کہ یہ ظہور صفات کا کامل نمونہ یہ فطرت کی غایت ترقی کی مثال بے صفات ربّانی کے خاص ظہور کے نہین ہوسکتا۔ یہی خاص قسم کی خصوصیت شانِ رسالت ہے اور اس خصوصیت کا کمال اور بوجہ الاتم ہونا شان ختم رسالت ہے کہ اسکے بعد کا کوئی ورجہ نہین ہے۔

نمبر ۸ جتنے انبیا و رسل ہوگذرے سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیشین گوئیان کرتے چلے آئے کہ ایک نبی آخر الزمان ان اوصاف کے ساتھ متصف پیدا ہوگا۔ یہ گویا خدائی نوٹس تھا۔ یہ پیشین گوئیان توریت وانجیل وزبور جو آسمانی صحف مانے جاتے ہین سب مین پائی جاتی ہین۔ باوجود تحریف کے بھی بالکل مٹائے نہ مٹ سکین۔ یہان تک کہ وید جو اپنے ماننے والون کے یہان سب سے پرانی قدیمی آسمانی کتاب مانی جاتی ہے اوسکے اتھرون وید مین آپ کے نام کا کلمہ جو ان کہی کے لفظ سے بولا جاتا ہے موجود ہے۔ کیا کوئی ملک کوئی قانون ایسا بھی ہے جہان چار چار معتبر شہادتین مقبول نہون۔ اسلئے جب عیسائی اپنے ہی کتابون سے اسکے ماننے پر

مجبور ہوئے تو یہ کہنے لگ گئے کہ وہ موعود نبی ابھی تک آیا نہین ہے بلکہ آئیگا اور اُسکے منتظر ہو بیٹھے لیکن اُن کا یہ خیال بالکل قانون فطرت کے خلاف ہے کیونکہ سیکڑون بلکہ ہزارون نبی آئے اور کوئی قوم اور کوئی فرقہ اس نعمت سے محروم نرہا مگر کتب آسمانی سے دو نبیون کا ایک وقت مین مبعوث ہونا تو پایا جاتا ہے مگر اسکی کوئی مثال نہین ملسکتی کہ دو نبیون کے مبعوث ہونے مین اٹھارہ اونیس سو برسون کا فصل ہوا ہو۔ اور جب اتنا مدید زمانہ گذر گیا تو یہ قانون فطرت یا عادت اللہ کے خلاف ہے کہ اتنے زمانہ تک کوئی نبی نہ آئے۔ پھر اس اثنا مین ایک نبی کا آنا اور فطرتی زمانہ کے مطابق اُسکا مدعی رسالت ہونا اپنے دعوے مین پورا کامیاب ہو جانا اور آج تیرہ سو برسون تک اُسکے نور کا چمکتا ہی رہنا کیا کافی ثبوت نہین ہے۔ کیا یہ قانون فطرت اوس موعود نبی کے آنے کی اور پھر تیرہ سو برسون تک کسی کا مدعی نبوت نہ ہونا اوسی پر ختم رسالت ہونے کی قوی سے قوی دلیل نہین ہوسکتی ہے۔ اسپر بھی کوئی نہ مانے اور انتظار ہی مین رہے تو اُسکی شب انتظار کی کبھی سحر نہین ہونے کی۔

نمبر ۹ ایک شخص جو کبھی مکتب مین نہ بیٹھا ہو جس نے کبھی دو حرف بھی نہ پڑھے ہون جو مروجہ علوم کے میدان سے دور ہو جسکی تربیت کا اہتمام ہونا تو کجا اوسکو والدین تک کی تربیت نہ ملی ہو۔ نہ سیاحت کے مزید مواقع ہاتھ آئے ہون وہ ایک دفعہ اوٹھے اور اِنّی رَسُوْلُ اللہ کے ایک نعرہ سے زمانہ کو ہلادے ایسے زمانے مین کہ ادب انشا کا عروج آسمان پر ہو۔ فصاحت و بلاغت کے مہر و مہر اپنی پوری روشنی دے رہے ہون۔ عورت و مرد ہر کس و ناکس سب اُسکے نظارہ بازی کا دم بھرتے ہون اور جوہریان سخن اپنے انمول جواہر سخن کا بازار لگاتے ہون اُسوقت وہ امی ایک کتاب پیش کرے

کہ یہ خدائے قادر الکلام کا کلام ہے جسکی تجلی نے ساری پہلی روشنیون کو ڈھانک لیا ہو۔ سبعہ معلقہ کا گرا ہوا کنگرہ اب تک یادگار موجود ہے۔ ساتھ اسکے نہ صرف بہ لحاظ ادب نہ صرف بہ لحاظ فصاحت و بلاغت بلکہ مضامین کی حیثیت سے بھی جسے الٰہیات کا اصل اصول اور فلسفہ کا منبع و معدن کہنا مطابق واقع ہے لاثانی ولاجواب ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ (کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب کو نہین سوچتے یا دلون پر قفل پڑے ہین) کیا یہ شہادت تسکین بخش نہین ہوسکتی کیا صرف قرآن ہی حقانیت رسالت کا معتبر گواہ نہین ہوسکتا۔ کیسا قرآن جسکی نظیر آج تک نہ پیش ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔ اُسوقت بھی برابر اسکا دعویٰ اور اعلان کیا گیا کہ اسکی سی ایک چھوٹی سی سورت بھی تو کہلاؤ اکیلے نہین تو ٹولیان باندھ کر سہی تاکہ اس کا ثبوت ہو کہ یہ خدائی کلام نہین ایسا کہنا انسانی قدرت مین بھی ہے۔ قوم باوجود ہر طرح کی مخالفت اور مخالف کوششون کے اور ہر طرح کے مباحث اور اہتمام مباحثہ کے عاجز رہی کیا یہ اُسکی صداقت کے لئے کافی نہین۔ اسکے سوا ایسی کتاب ایک امی کی زبان سے جس کا جواب نہ ہوسکے ایک ایسے شخص کی زبان سے جس نے سیاحت نہ کی ہو۔ اور اوسکے احکام مین ہر ملک کی مجبوریون کا لحاظ رکھا گیا ہو اوس کی ہدایتون مین فطرت کی ساری قوتون کو اپنی قدرت بھر نشو و نما پانیکی فیضیابی کا خیال کیا گیا ہو کیا اس سے بھی تمھارے ایمان کی آنکھون مین نور نہین آتا فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ (تو اب اللہ اور اُسکی آیتون کے بعد آیا کون سی بات ہوگی جسے سُنکر یہ لوگ ایمان لائینگے) یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ایسی ضخیم و مجموعہ اخلاق کتاب کے حرف حرف پر اس طور سے برابر عمل رہنا کہ اسمین کبھی کوئی خطا بلکہ کسی قسم کی لغزش بھی واقع نہو اگر انسانی قدرت مین ہے تو مخالفین اسلام اپنی مقدس سے مقدس جماعت مین سے

ایسے ایک مقدس شخص کو بھی پیش کرین کہ وہ خطاون سے بچ نکلا ہو۔ یا پیغمبرون کے سوا کوئی مدعی ہو کر کسی اخلاق کی پوری کتاب پر کچھہ دنون معمل ہو کر دکھلائے کہ اوس نے سارے اخلاقی مسائل کو اپنی جگہ پر برتا اور استقامت کے ساتھہ برتا ہو نہین دکھلا سکتا کہنا اور ہے کرنا اور ہے۔ قول و فعل کا ایک ہونا جسمین ایک نقطہ کا فرق نہ ہو انسانی قدرت سے باہر ہے۔ کیونکہ فطرت مین بھول چوک غلطی اور خطا ہے۔ یہ اوسی سے ہو سکتا ہے جسمے فطرت پر غالب ہونے والی قدرت اوس خلاق فطرت سے ملی ہو۔ اور فطرتًا یہ رسول کی فطرت کی شان ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی رہبان کی صحبت مین چلّے دو چلّے رہے تھے اور یہ اوسی صحبت کا نتیجہ ہے تو منہ چڑانا ہے آج اس زمانہ مین جسے روشن کہا جاتا ہے جسمین علوم و فنون کی کیسی کچھہ گرم بازاری ہے۔ آج کوئی رہبان صاحب تو کھڑے ہون اور قرآن مجید کی سی ایک کتاب پیش کر دین اگرچہ تیرہ سو برسون تک سوا زبانی جمع خرچ کے نہ پیش کر سکے جسکی ادب۔ جسکے مضامین۔ جسکے قوانین جسکی ہدایتین تمام تر کامل۔ اور اس اعتدال کے ساتھہ ہون کہ صدیان گذر جائین اور اوس مین دھبہ نہ آئے جس مین تہذیبِ نفس۔ تہذیبِ روح۔ تہذیبِ اخلاق اور سارے حقوق کی نسبت ہدایتین ہون۔ اور وہ ان سارے قوانین کا معمل بھی ہو۔ اور سراپا نمونہ اخلاق و تہذیب ہو۔ اور چال چلن مین مجموعۂ صفات ہو۔ جو اس طرح برتے جائین کہ اعتدال کے ساتھہ ٹھیک اپنی جگہ پر ہون۔ بڑے بول سے کام نہین چلتا عملی طور پر کوئی صاحب جواب دین اور اسکے جواب مین اپنے بڑے سے بڑے زندے یا مرے کو پیش کرین۔ رہبان کی چند دنون کی صحبت کا جب اتنا اعلیٰ نتیجہ ہو یا چند موجودہ سُنے سُنائے مذہبی معلومات کے یہ اعلیٰ نتائج

رہون تو آج کل کے تعلیم یافتہ حضرات یا خود رہبان صاحب تو خدائی کے مدعی ہو سکتے ہین افسوس صد افسوس انھین آنکھین ہین مگر دیکھتے نہین کان ہین لیکن سنتے نہین۔ عقل ہے پر سمجھتے نہین۔ آدمی ہین حیوان سے بدتر۔ زندہ ہین مردہ سے بدتر۔ اگر ایسا نہین ہے تو نور محمدی کا روشن چاند انھین کیون نہین دکھائی دیتا۔ ندائے محمدی کی گونج کیون نہین سُنائی دیتی۔ سمجھ کی باتین کیون نہین سمجھتے۔ آدمی ہین تو آدمیت لازم ہے۔ یعنی عبودیت جاندار ہین تو جانون مین جان ہونی تھی یعنی روحانیت مگر اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ (یہ تو جانور ہین بلکہ اوس سے بھی بدتر) جو رسم و رواج ملکی کی زنجیرون مین جکڑے ہوئے ہین۔ آئین و مذہب آبائی کے گڑھے مین گرے ہوئے ہین۔ دین و کیش تقلیدی کے قید خانہ فرنگ مین محبوس ہین وہ مخاطب نہین اونکی طرف تخاطب بھی بیجا ہے انھین نہ قانون فطرت سے بحث ہے نہ آئین حق کی تلاش ہے۔ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ (بھلا تمنے اوس شخص کے حال پر بھی نظر کی جسنے اپنے خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور علم ہوتے سانتے اللہ نے اُسکو گمراہ کر دیا ہے اور اوسکے کانون اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اوسکے آنکھون پر پردہ ڈال دیا ہے تو خدا کے گمراہ کئے پیچھے اوسکو کون ہدایت دیسکتا ہے)

کلام اللہ

تیسرا ثبوت قرآن مجید کی حقانیت کا ہے۔ جب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دعوٰے ہے کہ مین خدائی احکام اور ہدایتین لایا ہون تو اسکے معنے یہ ہوے کہ جو کچھ مین کہتا ہون وہ اپنی طرف سے نہین ہین بلکہ خدا کے فرمان ہین۔ مین صرف بیچ مین واسطہ اور پیغام رسان ہون اس لئے یہ فرمان قول خدا ہے اور یہ فطرت جسکی شان مین ہے فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۝ (یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جسپر خدا نے لوگون کو پیدا کیا ہے خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ مین رد و بدل نہین ہو سکتا یہی دین کا سیدھا رستہ ہے) یہ خدا کا فعل ہے اب خدا کے قول اور فعل کو ملا کر دیکھو لفظاً بھی اور معنے بھی۔ اگر مخالفت پائی جائے کہ اُسکا قول کچھ ہو اور فعل کچھ تو یہ شان خداوندی سے بعید ہے اور اگر مطابقت پائی جائے اور وہ بھی ایسی کہ جسکا سلسلہ کبھی نہ ٹوٹے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ فطرت جسکا فعل ہے یہ کلام اوسی کا قول ہے۔

اس اصول پر اگر سارے مذاہب جو اسوقت دنیا مین پائے جاتے ہین تولے جائین تو سوائے قرآن مجید کے اور کوئی کتاب ایسی نہین مل سکتی جو اس ترازو پر ٹھیک اُترے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (اور سب ملکر مضبوطی سے اللہ کے دین کی رسی کو پکڑے رہو۔ اور ایک دوسرے سے الگ نہونا) اسلئے قرآن کے سوا یہ کسی کتاب کا دعوٰی نہین ہے کہ مین خدا کا کلام ہون اسی ایک کتاب کا

دعوے بھی ہے اور یہی اس ترازو پر ٹھیک بھی اترتی ہے۔

نمبر ۱ عالم کی ہر ایک چیز پر نگاہ ڈالو اور اُسے تعمق کی نظر سے دیکھو تو تمہین دکھائی دیگا کہ خلاق ممکنات نے فطرت کا باغ عجیب طلسمی قوتون سے لگایا ہے جسکا ہر ایک نخل ہر ایک پھول ہر ایک پھل ایسا کچھ بنا ہے اور جسکی ٹٹیان اور روشین ایسی کچھ آراستہ ہین کہ جسکی نقل اُتارنی انسانی قدرتون سے باہر کیا معنے محال ہے صنعت کی غایت ترقی یہی ہے کہ اوسکی مردہ شبیہ کھینچے جو کسی مصرف اور کام کی نہین۔ نہ پھول کی تصویر بویا ہوگی نہ پھل کی تصویر ذائقہ دار۔ نہ شاخون اور پتیون کی تصویرین تروتازہ ہونگی اور نہ درختون کی تصویرین سایہ دار۔ جس طرح اوسکے فعل کی مثال کوئی نہین دیسکتا اور اُسکی پوری نقل کوئی نہین اُتار سکتا اوسی طرح اوسکا قول بھی ہے دعوٰے کیا گیا کہ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (ایک سورت بھی سورۂ قرآن کی سی لاؤ) یہ دعوٰے معرکہ مین ڈالا گیا۔ مخالفین۔ دشمن ایمان کی جماعت کی جماعت ٹوٹ پڑی مگر جس طرح اُسکی بنائی ہوئی چیزون کی سی ایک چیز بھی نہ بن سکی۔ اوسی طرح اُسکے کہے ہوئے کلام کی سی ایک سورت بھی نہ کہی جاسکی۔ نقل بھی اُتاری تو ایسی جسمین نہ وہ بو باس نہ وہ لذت۔ تصویر کی طرح بنی تو تصویر کی طرح مٹی بھی۔ اے دیکھنے والو دیکھو جو تجلی اُسکے افعال مین دکھائی دیتی ہے وہی تجلی اوسکے اقوال مین بھی نظر آتی ہے وہی ایک روح ہے جو دونون مین ہے پھر جس طرح فطرت خدا کی بنائی ہوئی ہے اوسی طرح قرآن بھی کلام الٰہی ہے۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔ جس طرح یہ اپنی انشا۔ ادب اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے لاثانی ولاجواب ہے۔ اوسی طرح یہ اپنے معنے۔ مضامین اور ہدایتون کے اعتبار سے بھی لاجواب و لاثانی ہے تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ لَارَیْبَ فِیْهِ ؏

من رّبّ العٰلمین ۝ (اسمین کچھ شک نہین کہ قرآن پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوا ہے)

نمبر ۲ ہم عالم مین دیکھتے ہین کہ جتنی چیزین فطرتی حالت مین ہین وہ انسانی دسترس سے باہر ہین۔ اون مین ظاہرا نہ کوئی انتظام ہے نہ سلسلہ یا اُسکا انتظام و سلسلہ انسانی عقل و فہم سے باہر ہے۔ مثلاً جنگل اور پہاڑ کہ درختون مین نہ کوئی نظم ہے اور نہ کوئی سلسلہ۔ ابھی جھاڑ پہاڑ درخت ہین ابھی خوشنما بوٹیان۔ ابھی خاردار ہین تو ابھی پھولدار علیٰ ہذا سلسلہ کوہ پر نظر ڈالو کہ کہین ٹیلے ہین تو کہین آسمان کو چھونے والی چوٹیان کہین سنگ چٹان ہین تو کہین سبزہ زار۔ خود زمین کو دیکھو کہ کہین اسقدر بلند ہے کہ پہاڑ کا نمونہ کہین اتنی پست کہ جسکی تہ خوفناک معلوم ہوتی ہے کہین پہاڑ ہے تو کہین سمندر ہے۔ آسمان کی طرف دیکھو۔ تارے کہین نیلے ہین کہین سفید کوئی زیادہ چمکیلے کوئی کم۔ اور کسی مین بھی کوئی نظم نہین۔ نہ دائرے کے طور پر نہ بیضاوی شکل مین۔ نہ لہر کے طور پر۔ نہ خط مستقیم کی صورت مین۔ گویا موتیون کی لڑیان ٹوٹ گئی ہین کہ موتی بکھر پڑے ہین اگرچہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ ان مین نظم و انتظام کسی طرح کا نہین مگر ایک ذرہ بھی خدائی نظم و انتظام سے باہر نہین ہے۔ اُسی طرح کلام اللہ کو اوٹھالو۔ ابھی تبشیر ہے تو ابھی تنذیر۔ ابھی قصے ہین تو ابھی احکام۔ غرض ایک آیت کو دوسری آیت سے یا ایک رکوع کو دوسرے رکوع سے یا ایک سورت کو دوسری سورت سے بظاہر کوئی ربط نہین معلوم ہوتا تو کیا بے ربط ہے ہرگز نہین۔ ان مین بھی وہی ربط ہے جو اوس خدائے قادر مطلق نے اپنی کل بنائی ہوئی چیزون مین جو انسانی دسترس سے باہر ہین دے رکھا ہے جو عقل کے اندھے شک کرتے اور یہ اعتراض کرتے ہین کہ اسمین قصے کہانیون کی کتابون کی طرح کوئی سلسلہ نہین ہے۔ کیون وہ تارون کو دیکھکر اور خدا کی کل بنائی ہوئی چیزون کو دیکھکر یہ نہین کہتے اور کیون نہین وہ ان چیزون کو بھی انسانی بنائی ہوئی چیز

سمجھتے ہین افسوس ہے کہ اوس کے قول وفعل کی ایسی بین مطابقت دیکھکر بھی ہدایت اور
سمجھ کی آنکھین تو پھوٹی جاتی ہین۔ اور شک اور اعتراض کی آنکھین کھلی جاتی ہین ایسے ہی لوگ
آیات بینات خداوندی دیکھکر بھی ایمان نہ لائے تھے وَإِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَ
يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (اور یہ لوگ اگر کوئی سا معجزہ بھی دیکھین تاہم حق سے روگردانی
کرین اور کہین کہ یہ بھی ایک قسم کا جادو ہے جو سدا سے ہوتا چلا آیا ہے)

نمبر ۴ چونکہ اس صوت اور ان الفاظ مین کلام بے صوت و بے لفظ
مضمر ہے اسلئے اس کی حفاظت کا مستقل انتظام بھی صرف کتابت پر اوٹھا نہین رکھا
گیا۔ بلکہ ایک ایسی جگہ یعنی حفاظ کے دلون مین رکھا گیا ہے جہان نہ چور پہونچ سکے نہ
رہزن۔ جہان نہ سڑنا نہ گلنا ہے نہ کیڑون کی رسائی جہان نہ پادریون کی دست درازی
پہونچ سکتی ہے کہ حسب عادت تحریف کرسکین نہ غلط نویس کاتبون کا ہاتھ کہ اولٹ پھیر
کرسکین اس کتاب کے سوا دنیا مین اور کونسی کتاب ہے جسکے لئے بانی فطرت نے یہ
انتظام کیا ہو۔ جو آج تک باوجود ہزارون انقلاب کے نہ ٹوٹا اور ٹوٹ سکتا ہے
بالفرض اگر کوئی کتاب ایسی پائی جائے کہ وہ کبھی یاد کی جاتی ہو تو اُس کا ثبوت مشاہدہ
سے ملنا تو درکنار تاریخ سے بھی نہ ملیگا۔ اگر تاریخ مین کوئی نشان ملے بھی تو یہ بدیہی ہے
کہ وہ رہا نہین اور بانی فطرت کا نظم نہین ٹوٹنے کا۔

جس طرح صحیفۂ فطرت ہے کہ اُسکی عبارت پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے اسکے قوانین
سمجھ مین آئین یا نہ آئین مگر اسکا ایک ذرہ بھی محو یا سلب ہو جائے یہ ممکن ہی نہین اسی طرح
کلام اللہ ہے جو عرش پر لکھا ہوا ہے یا یون سمجھو کہ دل و دماغ جیسی وصلیون پر لکھا ہوا
ہے اسکا بھی محو یا سلب ہو جانا ممکن نہین ہے۔ اگر سارے سلاطین معہ اپنی کل افواج

اور تو اور تون کے چاہین کہ اس کلام کو محو کردین تو یہ انسانی دسترس سے باہر ہے۔ اوس کی ہر ایک سورت ہر ایک آیت ہر ایک جملہ ہر ایک لفظ ہر ایک حرف ہر ایک نقطہ مثل کتاب فطرت کے انسانی دست برد سے ہر طرح محفوظ ہے۔ کتابت مٹ جائے کاتب مٹ جائین آنکھین جو پڑھنے پڑھانے کی صلاحیت رکھتی ہین نہ رہین مگر نہین مٹنے والا کلام نہین مٹنے کا اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (کچھ شک نہین کہ یہ قرآن پروردگار عالم کا اوتارا ہوا ہے۔)

نمبر ۴ صفات خداوندی کے سامنے ظہور سبب یہ اسباب ہین تاکہ اخفا اور تنزیہ کی قدوسیت مین دھبہ نہ آئے۔ زن وشوہر کے ملنے سے اولاد ہوتی ہے۔ تخم ریزی کرنے یا ہونے سے نباتات کی پیداوار ہے۔ اسی طرح نر و مادہ کے ملنے سے حیوان کی تخلیق ہوتی ہے۔ اسباب تو قرار دئے گئے مگر اس سے اسکی صفت خلاقی مین کمی ہوئی نہ وہ باطل ہوئی۔ بلکہ خلاق مطلق وہی ہے جسنے یہ سب کچھ بنایا جو کوئی بنا نہین سکتا۔ اسی طرح اسکی صفت کلام بھی ہے کہ اس صفت کے ظہور نے بھی رسول کی زبان کا ذریعہ اختیار کیا مگر اس سے اسکی صفت متکلمی باطل نہ ہوئی بلکہ صفت خلاقی اور صفت رزاقی کی طرح متکلم بھی وہی ہے جسکا کلام کلام اللہ ہے اس ذریعہ کی وجہ سے یہ کلام رسول کا نہ ہو جائیگا۔ پھر تکلم مین مضامین۔ معانی اور الفاظ تینون ضروری ہین کہ بغیر ان تینون کے کلام نہین ہو سکتا۔ اسلئے ماننا پڑے گا کہ کلام اللہ کے مضامین معانی اور الفاظ تینون متکلم حقیقی کی صفت تکلم کے ظہور ہین۔ اگر الفاظ خارج کئے جائین تو ظہور مین ناقص سمجھا جائیگا مگر جس طرح اوسکی کوئی صفت ناقص ظہور پذیر نہ ہوئی اسی طرح اسکی صفت تکلم بھی۔ اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے تو صفت تکلم کا ظہور ہی رہ جائے گا۔

یہ توکلام اللہ کے کلام کی نسبت ہوا۔ اب اُسکے معانی اور مضامین پر نظر ڈالو۔

نمبر ۵ جتنے مذاہب اسوقت دنیا مین پائے جاتے ہین جو اپنی طرف بلاتے ہین اور جنکے پاس الہامی کتاب ہونے کا بھی دعوے ہے اُن کے پاس کہین یہ ثبوت نہین ملتا کہ یہ کتاب فی الواقع انھین الفاظ مین ہے جو پیغمبر کی زبان سے نکلے نہ کلام الٰہی ہونے کا کوئی مدعی ہے اور نہ کلام رسول ہونے کے دعوے کا اُسکو حق پہونچتا ہے۔ اگر ہو تو اسکا ثبوت نہ کوئی پیش کرتا ہے اور نہ کرسکتا ہے تو جب الفاظ کا کوئی ذمہ دار نہین تو معانی کا ذمہ کون اُٹھائے۔ ہم مسلمانون مین قرآن مجید کلام اللہ مانا جاتا ہے اور حدیث کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کلام اللہ کے لئے مختلف ممالک کے حفاظ جیتی جاگتی شہادتین ہین اور مختلف ممالک کے قرآن آج تیرہ سو برسون کے اتنے مدید زمانے کے گذرنے پر بھی انمین نہ ایک لفظ کا فرق پایا جاتا ہے نہ ایک نقطہ کا۔ اور حدیث کے لئے اسمار رجال کی ضخیم کتابین ہین اور دار وگیر کے شدید قواعد چھان بنان کی مزید در مزید احتیاط۔ جسکی دوسری مثال اس عالم مین کہین ڈھونڈھے نہین ملتی۔ اسلئے کسی مذہب کی کوئی کتاب من حیث سند حدیث کے درجہ کو بھی نہین پہونچتی۔ ہان ملفوظات بزرگان دین کے درجہ کو پہونچتی ہے اسلئے فطرت مین جو خدائی نظم ہے اور جس نظم پر قرآن مجید ہے وہ نظم ان کتابون مین کیا کسی کتاب مین نہین پایا جاتا۔ یہ بین ثبوت ہے کہ وہ کتابین کلام ربانی نہین ہوسکتین۔ ہان پیغمبر کی تعلیم کا مفہوم جو سمجھنے والے نے سمجھا سلسلہ وار کہانی کے طور پر کسی نے ایک جگہ جمع کردیا جو صاف طور پر انجیل کا حال ہے تو جب الفاظ وہ نہ رہے تو غلطی کا امکان ہوگیا اور جب کلام اللہ نے اوسمین تحریف کا دعوےٰ کیا اور اس دعوے کے ثبوت باوجود تحریف بھی ابتک پائے جاتے ہین تو صرف انکاری یا تاویلی جواب تردید و تشفی کے لئے کافی نہین ہے۔ مثلاً حلیہ رسول کریم

علیہ الصلوۃ والسلام یا حضرت کی نسبت پیشین گوئیان ۔ پھر ان سے بھی مین درگذرا ہون
اناجیل کو اوٹھاکر دیکھو تو وہ زیادہ حصہ حضرت مسیح کا سفرنامہ ہے اور جہان جہان وہ گئے
وہان وہان کے کارنامون کا خلاصہ ۔ اندھے ۔ لنگڑے ۔ لولے ۔ اور کوڑھیون کا چنگا کرنا
تھوڑے کھانے سے بہتون کو کھلانا ۔ بھوت اور دیو اوتارنا ۔ بیماری سلب کرنا ۔ مردے کو
زندہ کرنا اور اپنے کو بلکہ اپنے ہی کو منواتا ہے ۔ یعنی جسنے مانا جسنے بزرگی تسلیم کی وہ صرف
اس اعتقاد سے ان ان باتون سے چنگا اور آسمان کی بادشاہت مین داخل ہوا ۔ اور وہ
باپ جو آسمان پر ہے اوسکی عنایتون کا مستحق ٹھہرا ۔ اور اس کا بیان اسکی تعلیم اس کی ہدایت
تقریبًا کہین بھی نہین کہ خدا کیا ہے اُسکے صفات کیسے ہین اوسے کس طرح پاؤ اوس کے صفات
پر کیونکر ایمان لاؤ خدا کی نسبت کچھہ نہین یا اوس سے بہت ہی کم بحث ہے ۔ پھر یہ اناجیل
وہ انجیل منزل کس طرح تسلیم کیئے جائین جس مین اصل غرض ہی قریب قریب فوت ہو ۔
احکام کو دیکھو اگر کوئی تمھارے ایک گال مین طمانچہ مارے تو اوس کے آگے دوسرا گال
بھی کردو ۔ کوئی تمھین ایک کوس لیجائے تو تم دو کوس چلے جاؤ ۔ کل کے کھانے کا بندوبست
اور فکر نہ کرو نہ کل کے پہننے کا ۔ نظر شہوت زنا ہے ۔ اگر کسی پر پڑی ہو تو آنکھہ نکال ڈالو ۔ اگر
کوئی چاہے کہ تیری قبا لے لے تو اُسے کرتے بھی اوتار لینے دے ۔ اپنے دشمنون کو پیار کرو
کیونکہ اگر تم اونھین پیار کرو جو تمھین پیار کرتے ہین تو تمھارے لیئے کیا اجر ہے ۔

ایسے احکام جو بالکل فطرت کے خلاف ہین اوس خدا کے جس نے فطرت بنائی ہے
نہین ہو سکتے ۔ بظاہر خوش کن الفاظ سے نرمی و اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے ۔ مگر جو فطرت
کے خلاف یا فطری قوت سے باہر ہو وہ اخلاق نہین ہے ۔ فی زمانا جو روشن کہا جاتا ہے
ایسی تیز روشنی مین بھی کون شخص اسکا عمل ہے یا ہو سکتا ہے اور جو کوئی اسکا عمل ہو بھی وہ

دیوانہ یا مخبوط الحواس کہا جائیگا یا نہین۔

ایک گال مین طمانچہ کھاکر دوسرا گال بھی سامنے کردینے کا حکم ہے تو یہ مار کھانے کی عادت کیون نہین اختیار کی جاتی ہے۔ اگر کوئی قلی جو دیرہ دون سے مسوری تک مقرر کیا گیا ہو ایک کوس کے بدلے دو کوس چلا جائے اور چکروتہ پہاڑ پر جاکر ٹھہرے تو دونی مزدوری پانے کا مستحق ہوگا یا مستوجب سزا۔ جہان کل کے کھانے اور پہننے کی فکر ممنوع ہے وہان تکلفات کے لئے جھگڑے اور اتنی پیش بینیان کب سزاوار ہین۔ کیا نیچر یہ کہتا ہے کہ حسینون کو دیکھکر آزادی کے حقوق رکھتے ہوئے نظارہ بازی کا دم بھرو اور آنکھین مچلین۔ پھر انصافاً اور قانوناً کتنے ایسے نکل سکتے ہین جو آنکھین نکالے جانے کے مستحق ہین۔ چین مین جو چند پادری مارے گئے تو کیون نہین دس بیس اور پیش کردیئے گئے کہ انھین بھی مار ڈالو یہ دوسرے گال بھی حاضر ہین یا چورون اور رہزنون باغیون اور سرکشون کو کیون نہین اوسی قدر حصہ یا انعام اور دیدیا جاتا کہ قبا ہی نہین کرتہ بھی حاضر ہے دشمنون کو پیار تو وہی کرے جو آگ مین کودے یا سانپ بچھو کا ہار گلے مین ڈالے کیا اسکا عمل کہین چڑھائی کرسکتا ہے فاتح ہوسکتا اور کہین مارشل لا جاری کرسکتا ہے جہان یہ احکام ہون جو نہایت اخلاقی سمجھے جاتے ہین وہان پھر مقدمات کیسے۔ ان جگہون مین دنا بالجبر کے مرتکبون کسی کو بے عزت و بے آبرو کرنیوالون۔ چورون رہزنون وغیرہم کو بجائے سزا یا ملامت کے پیار کرنا فرض ہوگیا اگرچہ وہ آسمانی بادشاہت مین داخل ہون کیا ایسے احکام پر کبھی عملدرآمد ہوا یا ہوسکتا ہے۔ کیا خداوندی احکام ایسے ہی ہوتے ہین کیا عمدہ اخلاق اسی کو کہتے ہین جو خلاف فطرت و ناقابل عمل ہو۔ ایسے احکام کبھی خداوندی نہین ہوسکتے اور اسلئے موجودہ اناجیل وہ انجیل نہین ہے جو حضرت

مسیح علیہ السلام پر اوتری تھی یا بمقابلہ قرآن بالکل ناقص ہے۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح
نظم فطرت پوشیدہ اور انسانی دست برد سے محفوظ ہے اوسی طرح اوسکا کلام اوسی
نظم فطرت کے مطابق منتظم اور حفاظ کے دلون مین انسانی دست برد سے محفوظ ہے
جس طرح فطرتی مخلوق کی سی کوئی چیز نہین بن سکتی اُسی طرح قرآن کی آیتون کی سی ایک
سورت بھی نہین بن سکتی اور نیز جس طرح فطرتی تاثیرین دلون پر خاموش اثر کرتی ہین
اُسی طرح یہ واقعہ قرآن ہی کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس کو صرف سن کر ہی جوق جوق
جماعت مسلمان ہوئی۔ جس طرح صانع اپنی مصنوعی چیزون سے پہچانا جاتا ہے اور
خدا اپنی بنائی ہوئی فطرت سے اوسی طرح وہ اپنے کلام سے بھی پہچانا جاتا ہے یہ مطابقت
بھی کلام اللہ ہی کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ اوس مین ہر جگہ اوسی کی صفتین اوسی کی
قدرتین اوسی کی توحید اور اوسی کی تنزیہ ظاہر کی گئی ہے اور ہر مقام سے اوسی کی عظمت
و جلالت اور اوسی کی جبروت و کبریائی ہویدا ہے۔

احکام قرآنی

احکام قرآنی کو دیکھو جسنے جسم و روح دونون کو مرکب کیا۔ دونون پر ایک دوسرے کا اثر مترتب کیا۔ اوسنے جن جن اعضا پر نفس و روح کی حکومت قائم کی یا نفس و روح کو جو جوارح بطور آلے کے دیے وضو مین اونھین اعضا اور جوارح کو دھونے اور پاک کرنے کو کہا ظاہراً بھی اور باطناً بھی۔ پھر اونھین اعضا کو نماز مین حرکت کرنے اور معبود حقیقی کے سامنے جھکنے کو کہا۔ اعضا کے لئے تو ارکان بتائے اور روح کے لیے خشوع و خضوع کو لازم کیا اور طرز عبادت بھی ایسا بتایا جس مین روح اور سارے اعضا عبادت مین مصروف ہون جتنی طرح سے عبادت اور فروتنی ممکن ہے وہ اس طرح سے ادا کیگئی اور بتادی گئی۔ اور ساری صورتین عبادت و فروتنی کی اس ایک طرز نماز سے ظاہر کی گئین پھر کیا کوئی طرز عبادت اس سے کامل تر یا اس سے بہتر ہو سکتا ہے جو اقتضای فطرت کو پورا کرے اور اُسکے قول و فعل کے مطابقت کی بین اور مکمل مثال ہے۔ پھر شب و روز مین فطرت کی ہر تبدیلی اپنے بدلنے والے کی طرف متوجہ کرتی ہے تو قرآن نے وہی اوقات پنجگانہ نماز کے بھی مقرر کردیے جسنے روحانیت کی ترقی کو نفسانی خواہشون کے روکنے کا آلہ قرار دیا جس نے درد سہنے اور سمجھنے کو دکھ درد والون کی مدد کے لئے ضروری قرار دیا۔ جسنے صبر و شکر کو ساری ترقیون کی کیا دینی اور کیا دنیاوی جڑ اور بنیاد بنایا اور نیک چلنی کے لئے اصول قانون اوربتن ... نیز ایک مہینہ روزہ رمضان کا بھی فرض کردیا۔ جسنے صحبت مین تاثیر رکھی۔ اتفاق کو طاقت دی۔ تبادلۂ خیالات کو

یتیم بخش بنایا اور سفر کو وسیلہ ظفر قرار دیا اوسنے مقدور ہونے پر حج کو بھی لازم کیا۔ جسنے زن و
فرزند مان باپ دادا نانا اور قرابتمندون کی محبت فطرت مین رکھی ہے اوسنے
اسی نسبت کے ساتھ برتاؤ اور صلۂ رحم کا حکم دیا اور اُسی نسبت کے ساتھ وراثت کا
قانون اور سارے حقوق اور فرائض بھی ٹھہرائے۔ جسنے بدیہی طور پر یہ دکھلادیا ہے
کہ گرم ملک ہو یا سرد لڑکیان زیادہ پیدا ہوتی ہین اُسنے بلحاظ ان کی پیدائش اور ان کے
بانجھ ہونے اور ایام حمل ایام نفاس اور ایام رضاعت کے مردون کو چار نکاحون تک
کا مجاز بھی کیا ہے۔ جسنے فطرت مین عفو کی قوت اور جوش انتقام دونون رکھا ہے اُسنے
معاف کر دینے کے بھی اجر بتائے اور انتقام کی بھی اجازت دی جسنے انسان کو ایک
آدم سے پیدا کیا گویا ہر آدمی ایک دوسرے کا قرابتمند اور یگانہ ہے اوسنے حکم بھی یون ہی دیا
کہ جو کچھ اپنے لئے چاہو وہی دوسرون کے لئے بھی۔ اسی اصول پر سود کو بھی حرام کیا اور
زکوۃ کا بھی حکم دیا اور اسی اصول پر جنگ وجہاد کے قیدی یعنی مملوک وغلام کے لئے بھی
ایسے ہی برتاؤ کی تعلیم دی کہ قید کرنے سے بہتر ہے کہ تم اونھین خاندان کا ایک جزو بنالو
اور آزاد کردو تو سبحان اللہ کیونکہ تم نے انھین جان دیکر حاصل کیا ہے۔ ان کے قتل سے
درگذرو اور اونکو آزاد کردو تو یہ غایت نفس کشی اور موجب فلاح دارین ہے اور اگر آزاد
نکرو تو اُن کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ کرو۔ یہ قانون اس طرح برت کر دکھادیا گیا جسکی مثال
برادرانہ برتاؤ مین بھی نہین ملسکتی۔ جسنے انسان کو بوجوہ بالا چار نکاحون کا مجاز کیا ہے
لیکن فطرت مین اختلاف مزاج بھی رکھا ہے اور اس اختلاف کے خطرناک نتائج بھی
دکھا دیے ہین اوسنے بلحاظ فطرتی سوء مزاجی اور عورتون کی بدچلنی اور شبہ اختلاط نسل
کے طلاق وخلع کی رخصت بھی دیدی تاکہ فطرت کا یہ خوشنما باغ اوسکے لئے جہنم نہو جائے

جس نے عورتون کے ساتھ فطرتی مجبوریان لگادی ہین اُسنے اُنکو مہر و نفقہ بھی دلایا ہے جس نے روزی دی اُسنے زکوٰۃ وصدقہ بھی لازم کیا اور نہ ہونے پر نہین نعمت کی حالت مین شکر واجب کیا اور احتیاج مین صبر شکر و صبر دونون مین لذتین بھی دین اور دونون پلڑے برابر بھی کر دیے جسنے ہاتھ پاؤن دیے اوسنے کمانے کو بھی کہا جسنے طلب زائد کی خواہش طبیعت مین رکھی لیکن لالچ اور حد سے تجاوز کرنے کو نقصان رسان بنایا اُسنے توکل و قناعت کا بھی حکم دیا جسنے ایک حد تک اختیار دیا اوس نے ہمت بھی دی اور ہمت سے کام لینے کو بھی کہا جس نے ایک حد تک مجبور بنایا اوس نے رضا و تسلیم کی قوت بھی دی اور رضا و تسلیم کا حکم بھی دیا جسنے جسم روح عقل حواس اور جذبات عنایت کیے اون مین قوتین دین اور اُنکے مفید اور مضر دونون پہلو بتلادین اوسنے اُنکی تعلیم و تربیت بھی اوسی مطابقت سے کی اور اسی لیئے قرآن مجید اوتارا جسنے دنیا کو اس قدر دلفریب اور خوشنما بنایا مگر اس مین چنگاریان چھپا رکھین اوس نے دنیا سے متمتع ہونے کے طریقے بھی بتلادے مگر نہ اس انہماک کے ساتھ کہ ایک دن پچھتا کر یہ کہنا پڑے کہ شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا (مال اور اہل نے ہمین مشغول کرلیا) جسنے عقل و دور اندیشی دی اوس نے کل کی فکر کرنے کو بھی کہا مگر نہ اس حد تک کہ ایک دن یہ سننا پڑے کہ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ (کیا بمقابلہ آخرت کے تم دنیا ہی پر راضی ہوگئے) جسنے جسم و روح دونون کا مجموعہ انسان کو بنایا اوس نے جسمانی و روحانی دونون طرح کے احکام بھی صادر فرمائے۔

جس خدا نے فطرت کا باغ لگایا اوسکی مرضی ہے کہ اُسکا باغ ہرا بھرا پھلا پھولا آباد و شاداب رہے اس لیئے اوسی نے دانا و بینا باغبان بھی بھیجے کہ اس باغ کی سیر

کرنے والون کو گلزارون اور نہرون سے مستفیض ہونے کی راہ بتلائین تو زہریلے درختون اور خاردار شاخون سے نہ او لجھنے اور بچ نکلنے کی بھی تدبیرین سکھائین اسلئے اوامر و نواہی دونون کی ضرورت تھی۔

نیچر کی بہت بڑی ودیعت وقت اور عقل ہے اسلئے وہ کل چیزین جو باعث تضیع اوقات اور عقل کے بیحس کرنیوالی ہین ممنوع ہوئین اسلئے کہا گیا کہ شراب اک بری بلا ہے اسے منہ نہ لگانا۔ آج تیرہ سو برسون کے بعد علم کا یہ ناز صحیح ہو سکتا ہے کہ اسنے اسکے عیب و نقص پر اطلاع حاصل کی جہان علم کی گرم بازاری ہے وہان اسکا ترک بھی شروع ہو گیا ہے۔ کہا گیا کہ نرد اور جوئے سے بچو کیونکہ ان مین نیچر کی ودیعت عظمے یعنی وقت ضائع ہوتا ہے۔ کیا وقت کے ضائع کرنے سے بھی بڑھکر فطرت کا یا اپنا یا اپنے اہل حقوق کا کوئی بڑا جرم ہے۔ کہا گیا کہ سوٗر نہ کھاؤ آج صدیون کے بعد علم نے دریافت کیا کہ اوس کے گوشت مین کیڑے ہین۔ اور اسکا کھانا سوائے طرح طرح کے نقصانات کے کسی طرح فائدہ مند نہین۔ جسنے حیا و غیرت دی اوس نے بے حیائی کو بھی منع کیا۔ جسنے فطرت مین یہ انتظام رکھا کہ عقل راہ دکھلائے ہاتھ پاؤن کمائے منہ کھائے معدہ ہضم کرے جگر خون کو صاف کرے تب اوس پر روح اپنا پورا صحیح تصرف کرے اور اس مین سے اگر کوئی کل بگڑ جائے تو سارا نظم درہم و برہم ہو جائے اوسی نے یہ حکم دیا کہ آپس مین اتفاق کرو اور سب کے سب بھائی بن جاؤ۔ پھوٹ نہ ڈالو ورنہ گھاٹا اوٹھاؤ گے تفصیل کی تو گنجایش نہین یہی حال سارے اوامر و نواہی کا ہے جو مطابق قانون فطرت ہر طرح فائدہ مند اور نقصان سے بچانے والے ہین اسلئے جب تک فطرت رہیگی یہ قانون رہے گا۔ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُورُ ٥ چونکہ فطرت یعنی افعال خداوندی کی کنہ تک رسا ہونا انسانی پرواز سے باہر ہے اسلئے اوس نے کھول کر بتا کر سمجھا کر بذریعہ اپنے کلام کے مطلع اور متنبہ کر دیا پھر جو سمجھ کر با مقلد عمل ہوتے ہیں فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (تو اون کا اجر خدا کے ذمہ ہوگیا) وہ کامیاب ہے اور جو اپنی سمجھ کے پیچھے چلے وہ گھاٹے میں ہے وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (تمہیں علم تو محض مختصر سا دیا گیا ہے) غرض خدا نے احکام بھیجے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہونچا دیے اور ہمین نے سمجھا دیے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ٥ جس نے اچھے کام کیے تو اپنے لئے اور جس نے برے کام کیے تو اوسکا وبال بھی اوسی پر ہے۔
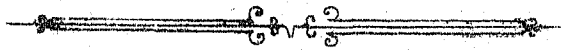
قرآنی قصص

قرآن مجید میں عبادات۔ معاملات۔ اخلاق۔ اور تمدن کے متعلق جو احکام ہدایتیں بھیجی ہوئی ہیں وہ اختصار کے ساتھ بیان کی گئیں کہ یہ بالکل فطرت کے مطابق ہیں اور اوسی ایک خالق کی بھیجی ہوئی ہیں۔ اور جس نے فطرت بنائی اوسی نے یہ ہدایتیں بھیجیں اختصار کے سوا چارہ نہ تھا کیونکہ یہ مختصر سا رسالہ تفصیل کی گنجایش نہیں رکھتا۔ اگر یہ رسالہ مقبول ہوا اور تفصیل کی ضرورت زیادہ محسوس ہوئی تو انشاء اللہ دوسرا رسالہ بھی جو اسکا دوسرا حصہ ہوگا شائع کیا جائیگا جس میں تفصیل کے ساتھ سارے احکام اور ہدایتوں سے بحث ہوگی اور اسرار قرآنی اعلان کے ساتھ منکشف کئے جاینگے اور قرآنی تصوف کی روشنی بقدر امکان پھیلائی جائیگی۔

قرآنی قصص جو ہدایتوں کو موثر بناتے ہیں کیونکہ تمثیل سے باتیں دلوں میں زیادہ نقش کالحجر ہوتی ہیں وہ کوئی جھوٹی کہانیاں نہیں ہیں اور نہ بے نتیجہ ہیں۔ نتیجے تو اعلانًا یا اشارتًا ظاہر ہیں مگر انکے حق ہونے سے بھی انکار کا کوئی حق نہیں ہے۔ جبکہ تاریخ کی بنا ہی تھا سا تھوڑے زمانہ سے ہے تو اسکے وجود کے پہلے کے واقعات سے کس اصول پر انکار ہو سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ چونکہ ایسے واقعات خلاف فطرت ہیں اسلئے قابل تسلیم نہیں ہیں کافی نہیں ہے۔ اسکے لئے قانون فطرت کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ ہے کیا۔ فطرت کے جس قانون کو اوٹھا کر دیکھو تو اکثر اوس میں مستثنیات ملیں گے اور استثنا ہی سے وہ قانون مضبوط و مستحکم کیا ہوا ملے گا۔ تبدل فطرت اور انقلابات عالم میں فرق ہے

فطرت مین تبدل نہین ہو سکتا مگر انقلاب عین فطرت ہے۔ مثلاً قانون یہ ہے کہ زن و شو کے اکٹھے ہونے سے آدمی پیدا ہوتا ہے یہ نہین ہوتا کہ انسان کے نطفہ سے حیوان پیدا ہو یا کوئی نئی مخلوق۔ مگر عورت کے پیٹ سے بکری یا سانپ پیدا ہوئے ہین یا ایسا بچہ پیدا ہوا ہے کہ تمام جسم سے تو دو ہین مگر پیٹ معدہ اور جگر وغیرہ دونون کے ایک ہی ہین۔ اور تاریخ اسکی بھی ایک نہین چند شہادتین دینے کو تیار رہے کہ بے باپ کے اولاد پیدا ہوئی۔

علی ہذا زمین پر جا بجا پہاڑ بھی ہین اور پہاڑون کے سلسلے بھی مگر دنیا مین چند پہاڑ ایسے بھی ہین جن سے آگ نکلتی ہے اور جن کو آتش فشان کہا جاتا ہے۔ اسی طرح آسمان سے شہاب ہر وقت نہین گرتے کبھی کبھی دو ایک گرے مگر چند برس ہوئے کہ دیکھا گیا کہ گھنٹون شہاب کی آتش بازیان چھوٹتی رہین اور وہ بھی اس کثرت سے کہ زمین پر اس بہتات سے آسمانی تارے بھی کبھی چھوٹتے دکھائی نہ دیے ہونگے۔ یہ نظارہ کس نے نہین دیکھا۔ درختون کو دیکھو مردہ صفت بے ارادہ و قصد کھڑے ہین اور جس طرح یہ دکھائی دیتے ہین یہی انکی فطرت ہے مگر بعض درخت آدم خوار بھی ہین کہ حیوان و انسان کو اپنی طرف کھینچتے اور چوس لیتے ہین۔ بعض پودے ایسے بھی ہین کہ اون کا چھونا گویا بچھو کا ڈنک مارنا ہے یا اون پر سایہ پڑا اور وہ لجا گئے۔

کیا یہ باتین خلاف فطرت ہین۔ نہین۔ بلکہ مستثنیات ہین اور واقعات شاذہ جو خلاف فطرت نظر آئین وہ بھی داخل فطرت اور موجب عبرت ہین۔

زمین کو دیکھو کہ متحرک ہے مگر زلزلہ کے باعث نہین اور کبھی کبھی زلزلے بھی آجاتے ہین جن سے مکان منہدم ہو جاتے اور بستیان غائب ہو جاتی ہین دو منزلی عمارتین

اک منزلی ہوجاتی ہین اور پہلی منزل اس طرح غائب ہوجاتی ہے کہ گویا زمین پھٹی اور وہ سما
گئی ایسے واقعات برابر دیکھے جاتے ہین۔ اسی ہندوستان مین چند برس ہوئے کہ زلزلہ
آیا اور ایسے واقعات مشاہدہ ہوئے۔

سائنس کی طرح مین اسے تسلیم نہین کرتا کہ یہ واقعات بے علت اتفاقیہ ہوئے یا
ہوتے ہین عالم اسباب مین بے علت کچھ بھی نہین ہوتا۔ چاہے علت معلوم ہو یا صرف
خدا ہی کے علم مین ہو۔ مگر جب ان خلاف معمول واقعات کو یہ کہکر کہ خلاف فطرت ہے
انکار نہین کیا جاتا تو پیغمبرون کی نافرمانی کی وجہ سے جو بستیان یا آبادیان ویران ہوئین
اور اولٹ دی گئین اور علی ہذا ایسے سارے واقعات اُن سے انکار کا کیا حق ہے
حالانکہ خدا اور خدا کی خدائی اور اوس کے قدرت واختیار پر ایمان بھی ہو۔ پھر خدا کا
ایسا کرنا بھی عین فطرت ہے کیونکہ فطرت تو خدا کے فعل ہی کا نام ہے نہ فطرت خالق ہے
نہ خالق کا مجبور کرنے والا قانون۔ اور پھر اس سے فطرت بدلتی نہین بلکہ اوسکا قانون
قوی ہوتا ہے۔ فطرت بدلنے کے یہ معنے ہین کہ زمین کی گردش بدل جائے ستارون کی
کشش اولٹ جائے پانی آگ کا اور آگ پانی کا کام دیا کرے خوارق عادات سے فطرت
بدلتی نہین قوی ہوتی ہے۔ اگر وہ خوارق ہمیشہ کے لیے قائم ہوجائین تب کہا جاسکتا ہے
کہ فطرت بدل گئی۔ مثلاً چلنے کا کام پاؤن کا ہے اگر کوئی شخص کوس دو کوس بھی ہاتھ کے
بل چلا تو اس سے یہ نہین کہا جائیگا کہ فطرت بدلی ہان اگر سارے انسان ہاتھ ہی کے
بل چلا کرین تب کہا جائے گا کہ فطرت بدلی۔ اور یہ خلاف فطرت ہے۔

قرآنی معجزات

بعضون نے توصرف قرآن ہی کو معجزہ تسلیم کیا اور سارے معجزات سارے پیغمبرون کے جو قرآن مجید مین ظاہراً مذکور ہین اون کی تاویلین کر دین۔ اور اس طرح اپنی اور مخالفون کی تشفی کی۔

اگر کوئی یہ تاویل تسلیم نہ بھی کرے تو جس خدا کی ہر ایک مخلوق ایک معجزہ ہے وہ ہر آن طرح طرح کے معجزے دکھا سکتا ہے۔ جیسے زن وشو کے ملنے سے آدمی پیدا ہوتا ہے۔ اس مین ذریعہ زن وشو ہے اور اوس مین پیغمبران۔

اگر کوئی ان معجزات کو عقل ہی سے سمجھنا چاہے تو اسکی راہ بھی بند نہین۔ ایک ایسی صورت پیش کی جاتی ہے جس سے معجزات قرآنی جو قرآن مجید مین مذکور ہین ان سے بھی انکار کا کوئی حق نہین باقی رہتا اور اس پر بھی عدم تاویل کی ضرورت سمجھ مین نہ آئے تو یہ عقل کا قصور اور سمجھ کا کھوٹ ہے۔ یہ کب سمجھ مین آتا تھا کہ کسی شخص نے جھاڑ دیا یا پھونک دیا یا ذرا توجہ سے دیکھ لیا تو اچھا خاصہ آدمی بیہوش ہوگیا۔ یا بیمار ذیفراش اور مایوس الحال کو صحت ہوگئی۔ وہ بے ہوش ہوا تو ایسا کہ عمل سرجری سے بھی اُسے ہوش نہ آیا۔ اور یہ جو صحیح ہوا تو ایسا کہ سارے معالجات ناکام رہے اور یہ کامیاب علی ہذا ایسی ساری باتین کرامتین شمار ہوتی تھین اور خلاف عقل کہکر ان سے انکار کیا جاتا تھا مگر مسمریزم نے ثابت کر دیا کہ یہ تو قوت ارادی (ول پاور) کی ادنے کرامت ہے ایسی باتین رات دن مشاہدہ ہوتی ہین اور اب ان سے انکار نہ رہا۔ اس لئے مناسب ہے

کہ پہلے مین مسمریزم کو کچھہ بیان کرون۔ پھر کرامت کو پھر معجزات کو تاکہ مضمون معہ دلیل واضح ہوجائے مسمریزم اک قسم کا جوگ ہے اس مین خیال سب طرف سے سمیٹ کر یکسو کیا جاتا اور کسی ایک چیز مین محو یا فنا کیا جاتا ہے۔ اہل مسمریزیہ عمل کسی مقابل شخص کے ساتھ کرتے ہین اور جوگی کسی بت کے ساتھ۔ اس ریاضت اور اس مشاقی سے خیال مین طاقت و قدرت پیدا ہوتی ہے جس سے ہزارون کرشمے ظاہر ہوتے ہین۔ یہ تو وِل پاور کا فروغ ہے۔

اور صوفیہ بھی ساری صورتین اور خیالون سے ٹوٹ کر اوس مین یا اوس کی ڈھونڈھ مین یا کسی لطیف کیفیت مین محو یا فنا ہوتے ہین جو بے صورت اور خیال سے پرے ہے۔ جوگ یا تصوف تھنکنگ پاور یعنی خیال کی قوت کا فروغ ہے۔ قطع نظر اور فرقون کے اہل تصوف اور جوگی یا اہل مسمریزم سے فرق یہ ہے کہ آخر الذکر محدود و اسفل شے مین فنا ہوتے ہین اس لئے ان کی یافت اور انکی کیفیت محصولہ بھی اسفل ہے۔ اسی لئے اُسے سفلی کہتے ہین اور چونکہ صوفی غیر محدود اور اعلےٰ سے اعلےٰ صفات مین فنا ہوتے ہین اسلئے ان کی کیفیت محصولہ اعلےٰ ترین مدارج تک رسا ہوتی ہے اور اسی لئے اُسکو علوی کہتے ہین۔ اسی سفلی کا نام استدراج ہے اور علوی کا نام کرامت۔ یہی استدراج جادو ہے اور اسکو کرامت سے وہی نسبت ہے جو ساحرون کے سحر کو عصائے موسوی سے تھا۔ اک اور فرق بھی ہے وہ یہ کہ مسمریزم کا مقصود بالذات یہی ارادی قوت کے کرشمے یعنی وِل پاور کے تماشے ہین اور بس اور صوفیہ کا مقصود بعد از فنا و محویت صرف ذات خداوندی ہے مگر اونھین اک کیفیت حاصل ہوتی ہے جسے بقا کہتے ہین۔ چونکہ مسمریزم کا مقصود بالذات وہ ہوتا ہے اس لئے وہ اسے قاعدے قانون سے

مرتب کرتے اور کرشمے دکھاتے ہین اور چونکہ یہ صوفیون کا مقصود بالذات نہین ہوتا اسلئے
یہ اسکو سدّ راہ یا راہ کے کانٹے شمار کرتے ہین کیونکہ اس دکھاوے مین انسان اپنے مقصود
سے دور ہو جاتا اور اوسکے پانے سے باز رہتا ہے۔ اس لئے مسمریزم کا اظہار اختیارانہ
ہے اور صوفیون کا اظہار اضطرارانہ۔ پھر ادنی درجہ کی چیز مسمریزم تو تسلیم کیجائے اور کرامت
سے انکار ہو کس بنا پر۔ وہ تو سمجھ مین آئے اور یہ نہ آئے کس عقل سے۔

پھر جس طرح کرامت (تھنکنگ پاور) خیالی قوت کے اعلے درجہ کا اُبال ہے
اُسی طرح معجزہ (سول پاور) روحانی قوت کے اعلے درجہ کا اوبال ہے جسکا جیسا ظرف
اوسکا ویسا اُبال جس طرح یہ کرامت اضطرارانہ ہے یہ معجزہ محکومانہ ہے یعنی وہ بذریعہ الہام
ہے۔ اور یہ بذریعہ وحی پھر جو نسبت جسم کو خیال کے ساتھ ہے وہی نسبت خیالی قوت
(تھنکنگ پاور) کو روحانی قوت (سول پاور) کے ساتھ ہے تھنکنگ پاور کے
مشاہدہ اور مان لینے کے بعد سُول پاور سے انکار کی کوئی وجہ نہین ہے۔ یہ بھی خیال
رکھنا چاہئے کہ جسکی فطرت نبوت کی ہوتی ہے اوسی کی روح کا اقتضا ہے کہ اوس مین
سول پاور اپنا پورا جوہر دکھائے ہر درخت آم نہین ہوتا اور نہ ہر آم ایک ذایقہ کا ہوتا ہے
اے لوگو! یہ مسمریزم تمھین مجبور کرتا ہے کہ تم کرامات و معجزات پر ایمان لاؤ اور ذرّہ
سے آفتاب کو پہچانو۔ انصاف کی عینک لگا دیکھو کہ اہل مسمریزم اور جوگی جنھین کسیقدر
سول پاور اور تھنکنگ پاور حاصل ہے وہ تو اپنے خیال کا القا ایسے شخص پر کرین جسکا
خیال خود اپنے خیالون سے بھرا ہوا اور وہ شخص جسے (سول پاور) روحانی قوت حاصل
ہے وہ روحانی قوت کا القا مردہ مین نہین کر سکتا اگر کر سکتا ہے تو خلاف فطرت کیون ہوا۔
اہل مسمریزم تو درخت کو اوکھاڑ سکتے اور اپنی جگہ سے بے جگہ کر سکتے ہین اور وہ جسے

روحانی قوت (سول پاور) حاصل ہے وہ عالم علوی کے کسی شئے کو نہ بے جگہ کرسکتا نہ دو ٹکڑے کرسکتا ہے؟ ضرور کرسکتا ہے ہان اوسکا محو ہونا ایسا اتم ہے کہ اوس کا ارادہ کیا بلکہ وہ تمامہ محو اور فنا ہے اسلئے وہ اپنے قصد سے کچھ نہین کرسکتا کیونکہ اُسکے پاس اپنا قصد ہی نہین ہے بلکہ جو کچھ کرتا ہے وہ اُسکے ارادہ سے کرتا ہے جس مین وہ محو ہے۔

اس سے فطرت کا تبدل نہین لازم آتا بلکہ یہ تو ایسے ہی تبدلات ہین جو فطرت مین ہوا کئے ہین. ایسے تبدلات تو فطرت ہی مین ہوتے ہین یعنی تبدل ہونا بھی عین فطرت ہے۔

سائنس جب ایتھر مین تبدل مانتا ہے تو فطرت جو ایتھر سے ہے اُس مین تبدل کیون نہ تسلیم کیا جائیگا. دران حالیکہ فروع مین اصول کی خصوصیتون کا منتقل ہونا سائنس کا مسلم قانون ہے پھر تبدلات جو ایتھر مین تسلیم ہوے وہ فطرت مین کیون نہ تسلیم ہونگے انقلاب عالم اسی کا نام ہے چاہے علت انقلاب معلوم ہو یا نہ ہو۔ پھر کسی انقلاب کی علت اگر سُول پاور ہے تو وہی معجزہ ہے جو ثابت کیا گیا کہ از روے سائنس ٹھیک اور بالکل مطابق فطرت ہے. یہان مجھے ایک حکایت یاد آئی جو مطابق واقع ہے اور دلچسپی سے خالی نہین ہے۔ ایک شخص کسی پہاڑ پر بود و باش رکھتا تھا اوس کے ایک بیٹا بھی تھا دونون روز آذوقہ اپنی محنت سے رہنا آذوقہ جنگل سے پیدا کرلیا کرتے تھے۔ مگر اوس بڈھے کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ روز کچھ نہ کچھ تازے پھول لے آیا کرتا تھا اور اپنے جھونپڑے مین رکھ چھوڑتا تھا لیکن جب وہ پھول باسی ہوجاتے تھے تب بھی اون کو جلی حالہ رہنے دیتا تھا جب اوسکی موت کا زمانہ آپہونچا تو اُسنے

اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ جان پدر میرا دستور قائم رکھنا پھول کچھ نہ کچھ تو روز لانا مگر باسی پھولون کو پھینکنا نہین جس طرح مین اونکو رکھہ چھوڑتا تھا اوسی طرح تم بھی رکھہ چھوڑنا جب جب وہ مرگیا تو بیٹے نے خیال کیا کہ ابّا جان بھی کس پرانے خیال کے تھے جہان اسقدر خوشنما خوش رنگ خوشبو پھول کھلے ہوئے ہون وہان باسی پھولون کا انبار محض خلاف عقل اور سلیقہ کا بھونڈاپن ہے (جیسے آجکل کے نوتعلیم یافتہ تعلیم مذہبی کی نسبت سمجھے ہوئے ہین) غرض اوسنے سارے انبار کو باہر پھنکوادیا اور تازے پھولون سے اپنا جھونپڑا آراستہ کیا اور یہ نہ سونچا کہ باپ کی نصیحت پدری گہرے تجربون اور دور اندیش عقل پر مبنی تھی یا دیوانگی پر؟ آخر اوس کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑا۔ اصل حقیقت یہ تھی کہ اوس پہاڑ مین ایک اژدہا رہتا تھا جس کو اوس بڈھے نے بارہا آزمایا تھا کہ وہ باسی پھولون کی بو سے بھاگتا ہے اور ان جنگلی پھولون کی باسی بو اوس اژدہے کے لئے تریاک ہے اسلئے اگرچہ وہ اژدہا روزانہ اوس کے جھونپڑے کی طرف آنکلتا تھا مگر پرے ہی پرے چلا جایا کرتا تھا۔ جب یہ مزاحمت اوٹھ گئی تو وہ آیا اور اوس جھونپڑے کے مالک کو سالم نگل گیا۔ ماحصل یہ نکلا کہ اداے فرایض و پابندی احکام جو تم روز کرتے ہو اگرچہ یہ باسی پھول ہو جائین مگر انھین غفلت و گناہون کے ہاتھون نہ پھینکدو ور روز تازے پھول لایا کرو کہ یہی دوسرے دن باسی ہوجائینگے مگر باسی پھولون کو بھی رہنے دو تاکہ نفس کا اژدہا جو انھین پھولون سے بھاگتا ہے تمھین نگل نہ جائے۔ دیکھو! احکام کی تعمیل مین کوتاہی نہ کرو۔ اگر اوسکے منافع تمھاری سمجھ مین آجائین تو شکر کرو اور سمجھو کہ تمھاری سمجھ وحی کی ترازو پر ٹھیک اوتری۔ اور اگر سمجھ کوتاہی کرے تو صبر کرو اور سمجھ کی تصحیح اور تربیت مین لگے رہو مگر نہ اس

غفلت کے ساتھ کہ وہ اژدہا تمہارے گھر مین راہ پائے اور تمھین نابود کر دے۔

وحی الہام سے تو اُٹھ نہین سکتی اور سمجھ سے کیا اوٹھے گی۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُوتارا ہوتا تو اُسکو دیکھ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا ہوتا اور پھٹ پڑا ہوتا۔) الہام سے وحی کے رموز منکشف ہوتے ہین اور سمجھ سے الہام کے رموز۔

توحید۔ رسالت۔ اور قرآن یہ تینون اسلام کے اصل اصول ہین جو بیان کئے گئے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (جو کوئی دین اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین ڈھونڈ نکالے گا تو وہ ہرگز مقبول نہوگا اور آخرکار وہ گھاٹا اوٹھائیگا۔) اگر طالب کی طلب صادق ہے۔ اور اگر اوس مین اخلاص ہے۔ اگر اُسے فہم سلیم اور حق پسندی فطرت سے عطا ہوئی ہے تو وہ زبان سے دل سے اور ایمان سے بول اوٹھے گا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالْفُرْقَانُ کَلَامُ اللّٰهِ ۝

طالب

مینے آپ کی تقریر سنی اور گوش دل سے سنی الحمد للہ علی احسانہ بلاشبہ کائنات کے ہر ذرہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی وحدانیت اوسکی یکتائی اُسکے جمال وجلال کی قدوسی اوسکے صفات کے غیر محدود ہونے کی شہادت دینی سارے وجود کا وجود حقیقی کا آئینہ ہونا بلکہ اوسکے وجود بیچون وبیچگون کی دلیل بیّن ہونی ہر ایک مشاہدہ مین اوسی کی نظر بازی اور ہر ایک سماعت مین اوسی کی آواز کی دھمک سنائی دینی اور اسی طرح ضرورت رسالت ختم رسالت اور اوس ختم رسل کی برگزیدگی اون کے عالیشان مدارج اون کا فطرت کے کمال کا نمونہ ہونا اور اسلئے خلقت خلق سے اُنکا مقصود ومحبوب ہونا اور اسی طرح کلام مجید کی حقانیت اُسکا خدا کا کلام ہونا اور علیٰ ہذا ساری نعمتون اور برکتون کا اوس پر تمام ہونا یہ ساری باتین آپ نے دلائل عقلی سے کیفیات دلی اور جذبات روحانی سے فطرت کی مطابقت اور شہادت سے بیان کین اور سمجھایا بلکہ کالمشاہدہ دکھلادیا جسکا تسلیم کرنا بھی عقل سلیم کو مجبوراً خلقتہً و فطرتاً لازم ہے اس لئے

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّاٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِصِفَاتِهٖ وَبِرَسُوْلِ اللّٰهِ كَمَا هُوَ عِنْدَ رَبِّهٖ وَبِكَلَامِ اللّٰهِ كَمَا هُوَ حُجَّةٌ عِنْدَ رَسُوْلِهٖ ۝ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِمَحَبَّتِكَ وَثَبِّتْنَا عَلٰی طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ وَاهْدِنَا بِهِدَايَةِ كَلَامِكَ رَبَّنَا اَحْيِنَا مُسْلِمًا وَّتَوَفَّنَا مُؤْمِنًا وَّاحْشُرْنَا مُحِبًّا وَّاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

تمت

تقریظ

جامع علوم ظاہری منبع علوم باطنی قدوۃ السالکین مولانا شاہ محمد بدر الدین صاحب قادری دام برکاتہ سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری ضلع پٹنہ

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا ومولانا محمد داعی الخلق الی الاسلام علی آلہ واصحابہ وشیعہ واحبابہ الی یوم القیام۔ اس رسالہ دعوۃ الحق کو ربع کے قریب خود جناب حافظ محب الحق صاحب مصنف رسالہ کے زبان سے مینے سنا اور بہت محظوظ ہوا بقیہ کو آخر تک مطالعہ کیا۔ حق یہ ہے کہ جس مضمون مین یہ رسالہ لکھا گیا ہے اور جس خوبی کیساتھ اول سے آخر تک تمام کیا گیا ہے آجتک مینے نہ دیکھا تھا اور نہ سنا۔ مین جسقدر اسکے مضامین سے خوش ہوا ہون اسکی شہادت میری اس دعا سے ظاہر ہے جسکو معزز و کامیاب مصنف کے حق مین لکھتا ہون جزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء مجھے امید واثق ہے کہ طالبان راہ حق اس دعوت کو ضرور لبیک کہینگے اور کل افراد اسلام بلا تخصیص مذہب جن کے پاس یہ رسالہ پہونچیگا شوق سے مرحبا کہکر اسکا خیر مقدم کرینگے۔ میرے حسن ظن کے موافق اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبولیت تام کا درجہ عطا فرمائے والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم وشرف وکرم۔

خادم رسول اللہ الامین محمد بدر الدین قادری پھلواروی

اصلح اللہ حالہ۔ ۱۲ صفر شنبہ سنہ ۱۳۲۴ ہجری نبوی

تقریظ ادیب صاحب الپنچ

آجکل اک غلغلہ بلند ہے کہ فلسفہ اور سائنس اسلام پر حملہ آور ہے فلسفہ قدیمہ کا عروج جب اسلامی عروج کے زمانہ مین ہوا تھا جب بھی یہی غلغلہ بلند ہوا تھا۔ اُسوقت بھی جو خادمان اسلام اسلام کی حمایت مین کھڑے ہوئے تھے اُنکا نام نامی آجتک بلند ہے۔ یہی باعث ہوا علم کلام کی بنیاد کا اور یون ہی علم کلام کی بنیاد پڑی۔ آج وہ دن پھر پیش آیا یعنی فلسفہ قدیمہ بدل گیا تو پھر جب سوال ہی باقی نہ رہا تو جواب بیکار۔ اب فلسفہ جدیدہ کا دور ہے۔ آج بھی وہی ضرورت ہے کہ حامیان اسلام اوٹھین اور بمقابلہ فلسفہ جدیدہ اسلامی حمایت کو کھڑے ہون۔ قوم نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اطراف وجوانب سے کچھ کچھ کتابین شائع ہونے لگین۔

مینے سب کتابونکو دیکھا مگر کوئی کتاب اور یہ جمل ابتک میری نظر سے نہین گذری۔ اکثر تالیفات ہے اور کسی کے مضامین کی نقل ہے اُن دلیلون سے جیسے مخالف اور کامن سینس تسلیم کرتا ہو کچھ ثابت نہین کیا گیا یہ رسالہ دعوۃ الحق جو میری سامنے ہے مینے اسے شروع سے آخر تک دیکھا ہے یہ رسالہ آپ اپنا جواب ہے اسلام کی حقانیت یعنی توحید و رسالت اور قرآن کی حقانیت محض دلیل عقلی سے اور انھین دلائل سے جنھین کومن سنس اور علما الیقین اسلام کو بھی تسلیم سے گذر نہین سکتا بمقابلہ فلسفہ جدیدہ دہریت اور سائنس کے کماحقہ ثابت کیگئی ہے اور فلسفہ کے مشکل مسائل و مباحث تفصیل کیساتھ نہین واضح اور صاف طور کئی گئی ہین جسے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے یہ بھی اس کتاب کی خاص خصوصیت ہے یہ کتاب میری پاس رہی اور انگریزی مین ان جماعت نے نہایت شوق و اشتیاق کیساتھ میری یہان آکر دیکھا اور سب نے ایمان تازہ کیا اور اقرار کیا کہ یہ کتاب ہم انگریزی خوانون کے امراض کا پورا علاج ہے اسے کماحقہ شائع ہونا چاہیے اور اسکو ترجمہ کرکے جاپان اور یورپ امریکہ بھیجنا چاہئے یہ بھی ایک خاص خصوصیت اس کتاب کی ہے کہ قبل چھپنے اور شائع ہونیکے اسقدر مقبول خلائق ہوئی اور ہوتی جاتی ہے وہ ہزار مذہب جو اس کتاب مین آشکارا کی گئی ہین انکو مین انشاءاللہ ریویو مین لکھونگا اسوقت انھین چند سطرون پر بس کرتا ہون